گھر کا گھر

تصنیف لطیف

حضور فیض ملت مفسر اعظم پاکستان
حضرت علامہ الحافظ ابو صالح مفتی

محمد فیض احمد اویسی رضوی رحمۃ اللہ علیہ

Uwaysi Books
Uwaysi Library
www.faizahmedowaisi.com

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ

اما بعد ۲۲ نومبر ۱۹۹۱ ء بروز منگل الحاج خیر محمد صاحب مقیم مکہ معظمہ حال وارد ڈیرہ خویش موضع سید پور ضلع رحیم یار خان میں میلاد شریف کی تقریب میں فقیر نے کعبہ کا کعبہ، رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا مضمون چھیڑا۔ الحاج خیر محمد صاحب نے وضاحت چاہی فقیر نے چند اجمالی دلائل عرض کر دیئے لیکن خیال گزرا کہ امام احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ کے شعر، حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو کعبہ تو دیکھ چکے کعبہ کا کعبہ دیکھو پر خصوصاً دور اہلسنت کے عوام پر عموماً وہابی دیوبندی نجدی اعتراض کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کعبے کا کعبہ کیسے جب کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ و سلم زندگی بھر اس کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرتے رہے بلکہ بڑی چاہ سے بیت المقدس سے کعبۃ اللہ کو قبلہ بنایا جیسا کہ: "فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا"[1] کا شان نزول بتاتا ہے: تفاسیر میں ہے کہ جب تک بیت المقدس کی طرف نماز تھی تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دل مبارک چاہتا تھا کعبے کو نماز میں آسمان کی طرف نگاہ کرتے شاید فرشتہ حکم لاتا ہو کعبے کی طرف کا، پھر یہ آیت اتری تب سے کعبہ مقرر ہوا۔ اور ظاہر ہے کہ کعبہ مَسْجُوْدٌ اِلَیْہِ (جسکی طرف سجدہ کیجاتی) ہے اور مسجود الیہ (جسکی طرف سجدہ کی جائے) ساجد (سجدہ کرنے والے) سے افضل ہوتا ہے۔ جیسے: حضرت بابا آدم علیہ السلام ملائکہ کرام سے اسی لئے افضل ہیں کہ آپ کی جانب انہوں نے سجدہ کیا اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کی طرف بارہا چل کر آئے طواف کیا وغیرہ وغیرہ۔

بہر حال کعبہ، کعبہ ہے اور اس کا کعبہ کوئی اور ہو عجیب معاملہ ہے۔ اس مسئلہ کی وضاحت سے پہلے ایک مقدمہ عرض کروں۔

"مقدمہ"

سطحی طور پر مخالفین کا اعتراض ایسا مؤثر ہے کہ عام آدمی نہ صرف متاثر ہوتا ہے، بلکہ ان لوگوں کو دین کی ٹھیکیداری پر داد دیتا ہے۔ لیکن ان کے اعتراض کی تقریر تمام تر بے دینی کی سند ہے اس لئے کہ ہم سب کا اتفاق ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جہاں آرام فرما ہیں، وہ جگہ کعبہ اور بیت المعمور اور عرش معلی تمام سے افضل ہے۔

یہ عقیدہ تمام کُتبِ سیَرْ (سیرت کی کتابوں) اور ابواب الحج کے باب "زیارۃ الرسول" میں موجود ہے۔ فقیر دیوبندی فرقہ کی کتاب اور ان کے تمام علماء کی تصدیق شدہ "المہند" ص ۱۱ سے عبارت نقل کر رہا ہے: مولوی انبیٹھوی نے لکھا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کا وہ حصہ جس سے آپ کا جسم شریف ملا ہوا ہے۔ عرش عظیم کرسی اور خانہ کعبہ سے افضل ہے۔[2]

یہ مسئلہ متفقہ ہے کسی کو اس میں اختلاف نہیں۔ یعنی تمام متقدمین (پہلے کے علماء) اور متاخرین (بعد کے) علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کائنات کی ہر جگہ سے افضل ہے یہاں تک کعبہ اور عرش سے بھی افضل ہے۔

قاضی عیاض مالکی متوفی ۵۴۴ ھ لکھتے ہیں: "وَلَا خِلَافَ أَنَّ مَوْضِعَ قَبْرِهِ أَفْضَلُ بِقَاعِ الْأَرْضِ"[3]

---

(1) البقرة:144 ترجمہ: تو ضرور ہم تمہیں پھیر دیں گے اس قبلہ کی طرف جس میں تمہاری خوشی ہے۔

(2) (المہند علی المفند لانبیٹھوی، 35/1، طبع: ادارہ اسلامیات، انارکلی، لاہور)

(3) (الشفا، الباب الرابع في حكم الصلاة عليه والتسليم وفرض ذَلِك وفضيلته، فصل فِيمَا يَلْزَم من دَخَل مَسْجِد النَّبِيّ صلى الله عليه وسلم مِن الْأَدَب، 2/ 91، دار الكتب العلمية، عام النشر: 1399 هـ - 1979 م)

یعنی اس بات میں علماء کرام کے درمیان کسی قسم کا اختلاف نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی جگہ تمام روئے زمین سے افضل ہے۔

واضح ہوا کہ تمام علماء تسلسل اور تواتر کے ساتھ قبر انور کی تمام روئے زمین پر فضیلت کا اظہار کرتے رہے۔

فقہاءِ اسلام کی تصریحات: علامہ خفاجی نسیم الریاض شرح شفاء قاضی عیاض میں لکھتے ہیں کہ ،

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور صرف تمام روئے زمین سے ہی افضل نہیں، بلکہ تمام آسمانوں سے، عرش سے اور کعبہ سے بھی افضل ہے"[4]

جیسا کہ علامہ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے: اس کی وجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف اور عالی قدر ہے۔[5]

علامہ قرافی نے "قواعد میں لکھا ہے کہ فضیلت کے کئی اسباب ہوتے ہیں کبھی کسی چیز کی ذات میں فضیلت ہوتی ہے جیسا کہ علم میں ہے، کبھی کثرت عبادت کی وجہ سے فضیلت ہوتی ہے کبھی جیسا کہ قرآن مجید کی جلد کی، قرآن مجید کی وجہ سے فضیلت ہے اور کبھی کسی جگہ قیام کرنے کی وجہ سے اس مقام کی فضیلت ہوتی ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر (شریف) کی فضیلت تمام روئے زمین پر ہے اور یہ کہنا غلط ہے کہ فضیلت کا مدار اعمال ہیں اور قبر پر کوئی عمل نہیں ہے اس سے تو یہ لازم آئے گا کہ صرف قرآن مجید افضل ہو اور اس کی جلد افضل نہ ہو" اس بات کا باطل ہونا، بالکل بدیہی (ظاہر) ہے۔ علامہ سبکی نے اس کی موافقت میں فرمایا کہ اس پر اجماع ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر (شریف) روئے زمین میں سب سے افضل ہے اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ مکہ مدینہ سے افضل ہے تو اس سے قبر انور مستثنی (نکلا ہوا ہے) ہے۔ دیکھیئے جب کوئی شخص عظیم ہو تو اس کے رہنے کی جگہ بھی عظیم ہوتی ہے اور علامہ ابن عبد السلام نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر (انور) تمام جگہوں سے افضل ہے۔ کیونکہ آپ کی قبر (شریف) پر اللہ تعالی کی رحمت، رضوان اور فرشتوں کا نزول ہوتا رہتا ہے۔

احناف میں سے علامہ سروجی نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر (انور) کی فضیلت کے لئے یہی کافی ہے کہ ہر شخص اس جگہ دفن کیا جاتا ہے جہاں کی مٹی سے اس کی پیدائش ہوتی ہے۔ واضح ہو کہ تمام علماء تسلسل کے ساتھ مزار اقدس کی تمام روئے زمین پر فضیلت کا اظہار کرتے رہے۔

۲۔ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم علی الاطلاق (مطلقاً بغیر کسی قید کے) جملہ مخلوق سے افضل ہیں۔ کعبہ معظمہ عرش معلی جملہ رُسل کرام انبیاءِ عظام اور ملائکہ کرام علی نبینا علیهم السلام سب سے آپ کی فضیلت مسلم ہے۔

"بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر" سب جانتے اور مانتے ہیں۔

۳۔ کعبہ معظمہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک امتی ہے۔ کیونکہ یہ عقیدہ مُسلّمہ ہے کہ آپ کل کائنات کے ذرہ ذرہ کے نبی ہیں۔

نصوص (دلیل) قرآنیہ واحادیث نبوی علی صاحبها الصلوة والسلام اس کی شاہد ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"أُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً"[6] (مسلم، مشکوۃ) یعنی میں جملہ مخلوق کا رسول ہوں ﷺ۔

۴۔ کعبہ محتاج ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بلکہ جملہ عالمین کے محتاج الیہ اور آپ صرف اپنے رب تعالی کے محتاج ہیں۔

---

(4) (نسيم الرياض شرح الشفا،القسم الثانى فيما يجب على الانام من حقوقه،الباب الرابع في حكم الصلاة عليه والتسليم وفرض ذَلِك وفضيلته،فصل فِيمَا يَلْزَم من دَخَل مَسْجِد النَّبِيّ صلى الله عليه وسلم مِن الْأَدَب ،5/ 121،دار الكتب العلمية،طبع اولىٰ 2001)

(5) (نسيم الرياض شرح الشفا،القسم الثانى فيما يجب على الانام من حقوقه،الباب الرابع في حكم الصلاة عليه والتسليم وفرض ذَلِك وفضيلته،فصل فِيمَا يَلْزَم من دَخَل مَسْجِد النَّبِيّ صلى الله عليه وسلم مِن الْأَدَب ،5/ 121،دار الكتب العلمية،طبع اولىٰ 2001)

(6) (مشكاة المصابيح ،كتاب الْفَضَائِل وَالشَّمَائِل،بَابُ فَضَائِلِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ ، 3/ 1601 ، الحديث 5748،المكتب الإسلامي،الطبعة: الثالثة، 1985)

"وَمَا اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعَالَمِيۡنَ" [7] کا یہی تقاضا ہے۔

امام اہلسنت شاہ احمد رضا خان محدث بریلوی قدس سرہ نے فرمایا ہے:

وہ جہنم میں گیا جو ان سے مستغنی ہوا ہے خلیل اللہ کو حاجت رسول اللہ ﷺ کی

۵۔ کعبہ معظمہ کی نیاز مندی: مندرجہ ذیل چند شواہد حاضر ہیں اس سے اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ کعبہ معظمہ کو ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کتنی نیاز مندی اور عشق و محبت ہے۔

حضرت عبد المطلب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ شب ولادت (ولادت کی رات) میں کعبہ کے پاس تھا آدھی رات کو دیکھا کہ کعبہ مقام ابراہیم کی طرف جھکا (اس طرف ولادت کا کمرہ مبارک ہے) اور سجدہ کیا اور آواز آئی:

"اللّٰهُ أَكْبَرُ، اللّٰهُ أَكْبَرُ، رَبُّ مُحَمَّدٍ الْمُصْطَفٰى، الآنَ قَدْ طَهَّرَنِي رَبِّي مِنْ أَنْجَاسِ الْأَصْنَامِ وَأَرْجَاسِ الْمُشْرِكِينَ" [8]

یعنی اللہ تبارک تعالی بڑا ہے اللہ بڑا ہے۔ وہ رب ہے محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ میرے رب نے مجھے بتوں کی پلیدیوں سے پاک کیا۔ ان کی تعظیم کو جھکا۔ یہ فسانہ نہیں حقیقت ہے۔

باب (۱)

کعبہ قبلہ: کعبہ شریف کی تین حیثیات (حالات) ہیں۔ (۱) ظاہر (۲) باطن (۳) حقیقت۔ کعبہ اسی جہت کا علم (نام) ہے۔

یعنی کعبہ مکۃ المکرمہ کے اس "کمرہ نما" مرکز عبادت کو کہا جاتا ہے جس کی بنیاد آج سے قریباً چار ہزار سال پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے صاحبزادے حضرت اسماعیل علیہ السلام نے رکھی تھی۔ اسے کعبہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس کی لمبائی، چوڑائی اور اونچائی قریب قریب برابر ہے۔

یعنی "مکعب نُما" اس کی اونچائی 50 فٹ (15.25) میٹر ہے اس کے ایک کونے میں پاک اور متبرک پتھر سیاہ (حجر اسود) نصب ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعمیر کے بعد بھی تعمیرات کا سلسلہ جاری رہا مختصر خاکہ ملاحظہ ہو۔

وہ بیت اللہ جو حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر کرایا تھا۔ اس کی تعمیر مندرجہ ذیل تفصیل پر تھی۔

۱۔ کل دیوار کعبہ کی بلندی ۹ ہاتھ۔ ۲۔ حجر اسود تا رکنِ شامی ۳۳ ہاتھ۔ ۳۔ رکن شامی تا رکن غربی ۲۲ ہاتھ۔

۴۔ دیوار رکن یمانی تا حجر اسود ۲۰ ہاتھ۔

دو دروازے زمین سے متصل شَرقاً و غرباً (سمتِ مشرق و مغرب) رکھے تھے، مگر کوڑا (کنڈا) زنجیر، قُفل (تالا) وغیرہ نہ تھے۔ دروازہ، زنجیر اور قفل تُبَّع حِمیَری (یمن کا ایک بادشاہ) نے لگوایا۔ غلافِ کَعبہ (کعبہ کو ڈھانپنے والا غلاف) سب سے پہلے کعبہ پر چڑھانے والا شاہِ یمن ہے۔ بعد عرصۂ دراز تک حکومتِ مصر غلافِ کعبہ بھیجتی رہی۔

---

(7) الأنبياء: 107 ترجمہ: اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لیے

(8) (شواهد النبوة للجامی مترجم، رکن دوم 1/ 57، مکتبہ نبویہ، لاہور، طبع دوم: 1975)

کعبہ مُعَظَّمہ کو حضرتِ ابراہیم علیہ السَّلام کے بعد بَنُو جُرہم نے از سرِ نو بنایا تھا۔ جرہم کے بعد قُصَیّ بن کِلَاب نے بنایا اور اسی طرح کعبہ رہا کہ ایک عورت کعبہ کے اندر خوشبو جلا رہی تھی، جس کی چنگاریوں سے کعبہ جل گیا۔

اس کے بعد قُرَیش نے وَلید بن مُغیرہ کی سربراہی میں کعبہ بنایا، مگر حلال پیسے کی قلت کے سبب کعبہ بُنیادِ ابراہیمی (حضرت ابراہیم علیہ السلام کی رکھی گئی اصل بنیاد) پر نہ بنایا۔ بلکہ حَطِیم (کعبہ کا وہ حصہ جو دیوارِ حطیم کے باہر ہے) جو کعبہ میں تھا، باہر کر دیا، اور چند ترمیمات مزید کیں کہ کعبہ جو پہلے نو ہاتھ کی بلندی کا تھا، اُٹھارہ ہاتھ کر دیا۔ یعنی بلندی دُگنی کر دی۔ اور دو دروازوں کے بجائے ایک ہی دروازہ لگایا، اور وہ بھی بہت اونچا، تاکہ جس کو چاہیں جانے دیں اور جسے چاہیں اندر جانے سے روک دیں۔

حَجَرِ اَسْوَد کے پاس سے ایک سیڑھی بھی بَیْتُ اللہ کی چھت کے لیے بنادی۔ خُرما کی دو لائن میں تین تین ستون قائم کر دیے۔

جب قُرَیش نے کعبہ تعمیر کیا، اس وقت سَیِّدِ عالم ﷺ کی عمرِ شریف پچیس سال تھی۔[9] سرکار ﷺ نے ایک موقع پر اُمُّ المُؤمنین حضرتِ بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دکھایا کہ یہ بُنیادِ ابراہیمی (حضرت ابراہیم علیہ السلام کی رکھی گئی اصل بنیاد) ہے اور کعبہ، بنیادِ ابراہیم پر نہیں بنایا گیا۔[10]

حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت پر حضرت عبداللہ بن زُبَیر رضی اللہ عنہ نے از سرِ نو کعبہ کو بنیادِ ابراہیمی پر اور طَرزِ ابراہیمی (حضرت ابراہیم علیہ السلام کے طریقے کے مطابق) پر بنایا، اور یہ تعمیر ۲۷ رجب ۶۴ھ میں ہوئی۔[11]

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے بعد ۷۴ھ میں حَجّاج بن یُوسُف، جو خلیفہ عبدُالمَلِک کا گورنر تھا، نے از سرِ نو کعبہ تعمیر کرایا، اور اس بنیاد پر بنایا جس پر کفار نے کعبہ بنایا تھا۔[12]

۱۰۴۰ھ میں سُلطان مُراد، بن احمد شاہ قُسطنطنیہ (ترکی کے عثمانی بادشاہ) نے، سوائے اس رُکن (کعبہ کا گوشہ) کے جس میں حَجَرِ اَسْوَد ہے، از سرِ نو کعبہ بنایا۔ گویا موجودہ کعبہ کی تعمیر تقریباً چار سو سال پرانی ہے۔ ہارونُ الرَّشید نے ارادہ کیا تھا کہ از سرِ نو کعبہ بنائیں، لیکن عُلمائے وقت نے منع فرمادیا کہ ایسا کرنا ایک کھیل (غیر سنجیدہ عمل یا تغیرِ مسلسل) بن جائے گا۔

فضائلِ کعبہ: اس کعبہ کے ظاہر کے فضائل میں احادیث مبارکہ بکثرت ہیں۔ منجملہ ان کے ایک یہ ہیں۔

۱۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عَنِ ابْنِ الْمُسَيِّبِ قَالَ: مَنْ نَظَرَ إِلَى الْكَعْبَةِ إِيمَانًا وَتَصْدِيقًا خَرَجَ مِنَ الْخَطَايَا كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ.[13]

یعنی جس نے کعبہ کو ایمان و تصدیق کی حالت میں دیکھا گناہوں سے پاک ہو گیا۔ جیسے نومولود بچہ۔

۲۔ جس نے کعبہ میں ایک ماہ کا روزہ رکھا ایسا ہے جیسے ایک لاکھ روزے رکھے۔

---

(9) (شفاء الغرام، الباب السابع، ذكر البيت المعمور، 1/ 129، طبع: دار الكتب العلمية، طبع اولیٰ، 2000م)

(10) (شفاء الغرام، الباب السابع، ذكر البيت المعمور، 1/ 135، طبع: دار الكتب العلمية، طبع اولیٰ، 2000م)

(11) (شفاء الغرام، الباب السابع، ذكر البيت المعمور، 1/ 134، طبع: دار الكتب العلمية، طبع اولیٰ، 2000م)

(12) (شفاء الغرام، الباب السابع، ذكر البيت المعمور، 1/ 135، طبع: دار الكتب العلمية، طبع اولیٰ، 2000م)

(13) (الدر المنثور، سورت البقرة تحت آيت 127، 1/ 328، دار الفكر، تاريخ النشر بالشاملة: 8 ذو الحجة 1431هـ)

خَرَجَ مِنْ ذُنُوبِهِ كَيَوْمِ وُلِدَتْهُ أُمُّهُ. مَنْ أَدْرَكَ رَمَضَانَ بِمَكَّةَ. فَصَامَهُ. وَقَامَ مِنْهُ مَا تَيَسَّرَ لَهُ. كَتَبَ اللَّهُ لَهُ مِائَةَ أَلْفِ شَهْرِ رَمَضَانَ فِيمَا سِوَاهَا.[14]

کعبہ میں ایک لاکھ نمازوں کا ثواب ایک نماز کے بدلے ہے۔

صَلَاةٌ فِي مَسْجِدِي خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ صَلَاةٍ فِيمَا سِوَاهُ إِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ.[15]

کعبہ کا دیکھنا ایسا ہے النظر إلی الکعبۃ عبادۃ جیسے غیر کعبہ میں ایک سال اس نے عبادت کی ہو۔

فائدہ: ہم سب کا قِبلَہ بظاہر یہی کمرہ (یعنی بیت اللہ خانہ کعبہ) ہے، جس کے چار سُو، ہم اس کی جانب نماز ادا کرتے اور حج و عمرہ کے لیے طواف کرتے ہیں۔ گویا یہ ہمارے اصل قبلہ کا لباس (ظاہری شکل و تمثیل) ہے، جو بار بار بدلا۔ اسی کعبہ کے ظاہر کے لیے ہے کہ اولیاءِ کرام کی زیارت کے لیے جایا جاتا ہے۔

اگر یہ نہ ہو، تو اس کا معنی یہ ہوا کہ قِبلَہ ہونا ختم۔ بلکہ قِبلَہ، اسی جگہ کا نام ہے جس کا یہ کمرہ لباس ہے۔

اسی لیے "رَدُّ الْمُحْتَار"، "دُرُّ الْمُخْتَار"، اور دیگر فتاویٰ کی کتابوں میں تصریح (واضح بیان) ہے کہ اگر یہ کمرہ کہیں چلا جائے یا ختم ہو جائے، تو ہمارا قِبلَہ وہی جگہ ہے جہاں یہ کمرہ نصب ہے۔[16]

اس سے ثابت ہوا کہ بظاہر جس کا نام کعبہ ہے، وہ پتھروں وغیرہ سے تیار ہوا، اور مختلف ادوار (زمانوں) میں مختلف اشیاء سے بنایا گیا۔ اور ظاہر ہے کہ ان تمام اشیاء کے حُضُورِ سیّدِ عالم ﷺ قِبلَہ، کعبہ، مرشدِ حق، اور نبیِ مرسَل ہیں۔

حدیث شریف: أُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً"[17] یعنی میں تمام مخلوق کا رسول ہوں۔

فیصلہ: کعبہ کے ظاہر کی جملہ اشیاء فرداً (الگ الگ) و مجموعی طور پر انسانوں کی تیار کردہ ہیں، لیکن اُنہیں شرف ملا کہ وہ کعبہ کے باطن سے منسوب ہیں، اور باطنِ کعبہ کے کعبہ بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں، تو کعبہ کے ظاہر کے بطریقِ اُولیٰ (یقیناً بدرجہ اولیٰ) کعبہ ہوئے۔

کعبہ کا باطن، کعبہ کے ظاہر کی جگہ، کعبہ کا **امن** ہے، اور کعبہ کے باطن کو یہ سعادت یوں نصیب ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو فرمایا کہ،

اس نے حکم ربانی: " فَقَالَ لَهَا وَلِلْأَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا"(پ24،السجدۃ:11)

ترجمہ: تو اس سے اور زمین سے فرمایا کہ دونوں حاضر ہو خوشی سے چاہے ناخوشی سے۔

تو زمین کا یہ ٹکڑا اور اس کے بالمقابل آسمان کا منکر بولے۔

" قَالَتَا أَتَيْنَا طَائِعِينَ"(پ24،السجدۃ:11) **ترجمہ:** ہم فرمانبردار ہو کر حاضر ہیں۔

تو اللہ تعالیٰ نے اسے یہ شرف بخشا کہ تا قیامت اس کی تعظیم و تکریم ہوتی رہے گی اور اسی وقت سے ہی اس کی حفاظت کا سلسلہ شروع کیا گیا۔

---

(14) (سنن ابن ماجة،كتاب المناسک ،باب صيام شهر رمضان بمكة،2/ 1041،الحديث:3117، دار إحياء الكتب العربية)

(15) (سنن ابن ماجة،كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها ،باب ما جاء في فضل الصلاة في المسجد الحرام---،1/ 450،الحديث:1404، دار إحياء الكتب العربية)

(16) (رد المحتار على الدر المختار،كتاب الصلاة،باب في شروط الصلاة،مطلب في ستر العورة،1/ 432،دار الفكر ،بيروت طبع ثانی 1412ھ)

(17) (مشكاة المصابيح ،كتاب الْفَضَائِلِ وَالشَّمَائِلِ،بَابُ فَضَائِلِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ ، 3/ 1601 ، الحديث 5748،المكتب الإسلامي،الطبعة: الثالثة، 1985م)

چنانچہ تفاسیر میں ہے کہ یہ کعبہ سب سے پہلے فرشتوں نے موتیوں سے بنایا۔ دوسری مرتبہ حضرت آدم علیہ السلام نے بنایا۔ تیسری بار حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے باعانت سیدنا اسماعیل علیہ السلام بنایا۔ آدم علیہ السلام کی بنیاد پر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے نشان لگایا اور اپنا پر مار کر تحت الثری تک بنیاد قائم کی اور اس میں (۱) کوہِ لبنان (۲) کوہِ طور (۳) کوہِ جودی (۴) کوہِ حرا (۵) کوہِ زیتا کے پتھر فرشتوں نے بھرے اور بیت اللہ شریف کی تعمیر میں تین پہاڑوں کے پتھر استعمال کئے گئے یعنی (۱) کوہِ ابو قبیس، (۲) کوہِ حرا (۳) کوہِ در قان، بیت اللہ شریف کی تعمیر کی ابتدا یکم ذیقعدہ کو ہوئی اور ۲۵ ذیقعدہ کو مکمل ہوئی۔ اب اس باطن کعبہ کے متعلق ملاحظہ ہو۔

بشریتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا خمیر مبارک: یہ حصہ جس نے سب سے پہلے " اَتَیْنَا طَآئِعِیْنَ "(ہم فرمانبردار ہو کر حاضر ہیں) کہ کر کائنات میں فضیلت کا تمغہ حاصل کیا۔ دراصل حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ خمیر اقدس (نورانی مادہ) تھا جس سے آپ کی بشریت اقدس تیار ہوئی اور وہ خمیر اقدس (نورانی مادہ) کیا تھا اس کی تفصیل فقیر نے "محبوبِ مدینہ" (تاریخ مدینہ) کے ۸۳ تا ۸۷ لکھ دی ہے۔ خلاصہ ملاحظہ ہو۔

(۱) علامہ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لَمَّا أَرَادَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ يَخْلُقَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ جِبْرِيلَ فَأَتَاهُ بِالْقَبْضَةِ الْبَيْضَاءِ الَّتِي هِيَ مَوْضِعُ قَبْرِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَعُجِنَتْ بِمَاءِ التَّسْنِيمِ، ثُمَّ غُمِسَتْ فِي أَنْهَارِ الْجَنَّةِ.[18] رَوَاهُ ابْنُ الْجَوْزِيِّ فِي الْوَفَا (مطبوعہ پاکستان)

ترجمہ: جب اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت اقدس کے پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام کو حکم ہوا کہ وہ زمین سے سفید ٹکڑا لائیں۔ چنانچہ وہ ایک سفید ٹکڑا لائے جسے تسنیم سے گوندھ کر انہار الجنۃ میں ڈبویا گیا۔[19]

۲۔ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَصْلُ طِينَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ سُرَّةِ الْأَرْضِ بِمَكَّةَ، يَعْنِي الْكَعْبَةَ.[20]

یعنی حضور علیہ السلام کی بشریت کی مٹی مکہ کی ناف سے لی گئی ہے۔ جو مکہ میں کعبہ کے نام سے مشہور ہے۔

۳۔ خلاصۃ الوفاء اور وفاء الوفا میں ہے:

لَمَّا خَاطَبَ اللهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِقَوْلِهِ: (ائْتِيَا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا)، الْآيَةُ، أَجَابَ مِنَ الْأَرْضِ مَوْضِعُ الْكَعْبَةِ وَمِنَ السَّمَاءِ مَا يُحَاذِيهَا. فَالْمُجِيبُ مِنَ الْأَرْضِ دُرَّتُهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمِنَ الْكَعْبَةِ دُحِيَتِ الْأَرْضُ.[21]

ترجمہ: جب اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کو فرمایا آؤ خود یا مجبور ہو کر تو کعبہ والی جگہ اور اس کے بالمقابل آسمان کی جگہ نے جواب دیا ہم خود بخود حاضر ہیں، زمین سے جواب دینے والا حضور ﷺ کا نورانی خمیر (نورانی مادہ) تھا اسی لئے یہیں سے زمین بچھائی گئی۔

---

(18) (وفاء الوفاء،الفصل السابع في سرد خصائصها،الخاصة الأولى: ما تقدمت الإشارة إليه من كونه صلى الله عليه وسلم خلق من طينتها،، 1/ 34 ،دار الكتب العلمية ،الطبعة: الأولى – 1419هـ)

(19) چنانچہ وہ (فرشتے یا اہلِ جنّت) ایک سفید چمک دار کپڑے کا ٹکڑا لائے، جسے جنّت کی اعلیٰ ترین خوشبودار نہر تسنیم کے پانی سے گوندھ (ترکیا، بھگو کر تیار کیا) گیا تھا، پھر اُسے جنّت کی نہروں (انہار الجنّۃ) میں دوبارہ ڈبویا گیا تاکہ خوشبو، پاکیزگی اور روحانی لطافت سے بھرپور ہو جائے۔ (س رضا)

(20) (وفاء الوفاء،الباب الثاني،يخلق الإنسان من تربة الأرض التي يدفن فيها، 1/ 64 ،دار الكتب العلمية ،الطبعة: الأولى – 1419هـ)

(21) (خلاصة الوفا بأخبار دار المصطفى،الباب الثاني،يخلق الإنسان من تربة الأرض التي يدفن فيها، 1/ 64 ،دار الكتب العلمية ،الطبعة: الأولى – 1419هـ)

فائدہ: اس مضمون سے ثابت ہوا کہ اس کمرہ (کعبہ) کی تعظیم و تکریم اس خمیر (ابتدائی مادہ) مبارک کی وجہ سے ہے جس نے خود کو سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کے لئے پیش کیا، اور وہ تھا خمیر بشریت (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی انسانی اصل وبنیاد) مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم۔ تو اس معنی پر یہ کعبہ بشریت (خمیر مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم) کی قیام گاہ (رہائش یا مقام سکونت) کا خادم (خدمت گزار) ہوا۔ تو خادم و مخدوم (نوکر و آقا) کا فرق اگر کوئی نہیں سمجھتا، تو پھر اس جیسا غبی (نادان، بے سمجھ) اور کون ہوگا۔

سوال: قاعدہ ہے کہ جس کا خمیر جہاں کا ہے اس کا دفن بھی وہیں ہوتا ہے لیکن یہاں معاملہ برعکس ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں مدفون ہیں ؟

جواب: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر معاملہ جملہ (تمام) مخلوق سے اللہ تعالیٰ نے ممتاز (الگ اور برتر) رکھا ہے۔ یہاں بھی اس قاعدہ کی وجہ سے آپ مستثنیٰ (الگ حیثیت والے) ہیں، اس لئے کہ اگر آپ کعبہ میں مدفون ہوتے تو عوام آپ کی تعظیم و تکریم کعبہ کے طفیلی (زیریں درجے کے تابع یا اضافی) سمجھتے، حالانکہ کعبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طفیلی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی ولادت مبارکہ ربیع الاول اور سوموار کو اور رمضان وجمعہ کو نہ ہوئی تاکہ کسی کے ذہن میں نہ آئے کہ آپ کی عزت و عظمت رمضان اور جمعہ کی وجہ سے ہے، بلکہ یہ عقیدہ رکھیں کہ کعبہ و رمضان اور جمعہ کو جو عزت و عظمت نصیب ہے وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے ہے۔[22] (مدارج وجواہر الجار ووفاء الوفاء)

مزید تفصیل و تحقیق فقیر کی کتاب "محبوب مدینہ" میں دیکھئے۔

فائدہ: مذکورہ بالا اعزاز واکرام (عظمت واحترام) کو بحال رکھنے کیلئے طوفانِ نوح میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خمیرِ مبارک (مبارک جسمانی جوہر یا مٹی؛ جس سے آپ کا جسمِ اقدس بنایا گیا) جو کعبہ شریف میں تھا گنبدِ خضراء (مسجدِ نبوی میں واقع سبز گنبد) کے مقام پر منتقل کیا گیا۔[23] (جذب القلوب خلاصۃ الوفاء جواہر الجار وغیرہ)

قبلہ اصل: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضورِ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اصل طِیْنَتْ (پیدائش کی مٹی یا خمیر) میں نافِ ارض (زمین کا مرکز یا پیٹ کی ناف کی مانند مقام) ہے، یعنی وہ جگہ جہاں کعبۂ معظمہ کا کمرہ ہے۔ اس معنی پر آپ اصلِ کائنات (تمام مخلوقات کی بنیاد) ہیں۔ اس لیے آپ ﷺ کا لقب اُمی[24] بھی ہے۔

مزید برآں: موجودہ کعبہ کے ظہور سے پہلے روئے زمین پر پانی ہی پانی تھا نہ زمین کا وجود تھا نہ آسمان کا نہ کرسی نہ لوح نہ قلم صرف پانی تھا یا اس کے اوپر عرش الٰہی گویا عرش الٰہی پانی پر تھا جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: "وَ كَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ" (پ12، ھود:7) **ترجمہ:** اور اس کا عرش پانی پر تھا۔

جس جگہ بیت اللہ شریف ہے، وہیں سے زمین پھیلی، اور وہیں کی مٹی سے حضرت آدم علیہ السلام کا جسمِ مبارک بنایا گیا، اور وہیں پر چالیس دن تک سکھایا گیا (خشک کیا گیا)۔ بیت اللہ شریف زمین کے وسط (درمیان) میں واقع ہے؛ اگر ساری زمین کو بیت اللہ سے چاروں طرف ناپیں تو برابر ہو۔ اسی پنی پر کعبہ معظمہ کے مقام پر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خمیرِ مبارک (ابتدائی مٹی یا طینتِ نبی ﷺ) تھا۔

چنانچہ شعبی فرماتے ہیں:

خَلَقَ اللهُ جَوْهَرَهُ خَضْرَاءَ، ثُمَّ نَظَرَ إِلَيْهَا بِالْهَيْئَةِ فَصَارَتْ مَاءً، فَخَلَقَ اللهُ الْأَرْضَ مِنْ زُبْدَةٍ وَالسَّمَاءَ مِنْ بُخَارِهَا.

---

(22) (مدارج النبوت، ولادت مبارک، 2/ 30، شبیر برادرز، الطبعة- 2004ء)

(23) (المواهب اللدنية، المقصد الأول، تشريف الله تعالى له صلى الله عليه وسلم، 1/ 46، المكتبة التوفيقية، تاريخ النشر بالشاملة: 8 ذو الحجة 1431هـ)

(24) "ایسا شخص جس نے کسی انسان سے علم نہ سیکھا ہو بلکہ براہِ راست اللہ سے پایا ہو"۔ (س رضا)

فَكَانَ أَوَّلُ ظَاهِرٍ عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ. عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: أَصْلُ طِينَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مِنْ سُرَّةِ الْأَرْضِ بِمَكَّةَ.[25](ایضا)

ترجمہ: اللہ تعالی نے سبز جوہر (موتی) پیدا فرما کر اس پر ہیبت کی نگاہ ڈالی تو وہ پانی ہو گیا اس کی جھاگ سے زمین اور اس کے دھوئیں سے آسمان بنایا سب سے پہلے جو زمین پر ظاہر ہوا وہ یہی سبز جوہر مکہ تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنھما نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خمیر مبارک مکہ کی زمین کی ناف سے ہے۔

اس کے بعد آخر میں فرمایا کہ، "أَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ هُوَ الْأَصْلُ فِي التَّكْوِينِ وَالْكَائِنَاتُ تَابِعَةٌ لَهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ."[26]

ترجمہ: تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تکوین (پیدائش و تخلیق کے عمل) میں اصل ہیں، اور باقی جملہ کائنات آپ کی طفیلی (تابع وانحصار رکھنے والی) ہے۔

نتیجہ: اس طویل بحث (گفتگو) سے واضح ہوا کہ کعبہ کا ظاہر وہی کمرہ ہے اور باطن وہی خلاء (خالی جگہ) جس کے ارد گرد کمرہ ہے۔ یہی کمرہ (کعبہ) ظاہری اولیاء کرام کی زیارت اور ان کے طواف کے لئے چلے جانے کا علماء کرام نے بیان کیا ہے۔ تحقیق آئے گی (ان شاء اللہ)، اصل کعبہ یہی مرکز ہے اور یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خمیر شریف کی چند روزہ قیام گاہ ہے۔ اس سے اندازہ لگانا آسان ہو گا کہ حضور علیہ السلام کعبہ کے بھی کعبہ (مرکز و محورِ تقدس) ہیں۔

یہ ظہورِ ربوبیت (اللہ کی ربوبیت کا جلوہ و ظہور) کا مرکز ہے۔ اس معنی پر حضورِ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حقیقتِ کعبہ (کعبہ کی اصل حقیقت) ہیں۔ اگرچہ بظاہر ہمارا کعبہ، اس کی حقیقت ہی آپ کی اور ہم سب کی مسجودٌ الیہ (جس کی طرف سجدہ کیا جاتا ہے) ہے۔ اس کی تحقیق ملاحظہ ہو۔

حضرت مولانا محمد عبدالوحید المخاطب بہ محمد رحمۃ اللہ علیہ امیر تذکرۃ الحق میں لکھتے ہیں کہ،

و اینکه مکه معظمه محل نورحجابی مسجود الیه محمد رسول الله ﷺ است و حقیقت آن تعین ذاتی باعتبارفعالیته مبدة الربوبیته است که ش بیان صفت تعین ذاتی معلته وجود با وجود که ش بیان صفت وجود با وجود صلی الله علیه وسلم ام امید و مواد عالم است و از مراتب الهیات شامله مسجودیته الله مسجود له محمد رسول الله تعالی است۔[27]

اس کا ترجمہ مولانا دوست محمد اجمیری مرحوم مابیتہ الحق میں لکھتے ہیں۔

یعنی یہ کہ مکہ معظمہ محلِّ نورِ حجابی (ایسا مقام جہاں اللہ کا نور پردے میں جلوہ گر ہو) ہے، جو حضرت محمد رسولِ خُدائے تعالیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا مسجودٌ الیہ (جس کی طرف سجدہ کیا جائے) ہے، کہ اس طرف سجدہ کیا گیا۔ اور حقیقت اس نورِ حجابی کی تعینِ ذاتی (اللہ کی ذات کا معین و مخصوص ظہور) ہے، جو باعتبارِ فعالیت کے (مبالغہ فاعل ہے، یعنی سب سے بڑھ کر کرنے والا)، مبدءِ ربوبیت (رب ہونے کی ابتداء) ہے، کہ جہاں سے روایت (فیضانِ الٰہی) کی ابتدا ہے۔ اور یہی تعینِ ذاتی وجودِ باجودِ حضور صلی اللہ علیہ وسلم (برکت والا وجودِ رسول اللہ) جو عالم کا مبدء (ابتداء) اور مواد (بنیاد یا مادّہ) ہے، علّت ہے (یعنی سبب) ظہورِ وجودِ مبارک کی۔

اور یہی تعینِ ذاتی کہ علّتِ وجودِ باجودِ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہے، خدا کے خدائی مرتبوں سے، جو شاملِ مسجودیت (سجدہ کیے جانے کے لائق مراتب) ہیں، وہ مرتبہ ہے کہ محمد رسولِ خُدائے تعالیٰ کا مسجودٌ لہ (جس کو سجدہ کیا جائے) ہے۔ اسی لیے آپ نے سجدہ کیا ہے۔

---

(25) (المواهب اللدنية،المقصد الأول،تشريف الله تعالى له صلى الله عليه وسلم، 1/ 46 ، المكتبة التوفيقية،تاريخ النشر بالشاملة: 8 ذو الحجة 1431هـ)

(26) (روح المعانی فی تفسیر القران العظیم،تحت سورۃ الاعراف،الآیۃ:167،،5/ 103 دار الكتب العلمية – بيروت،طبع اولیٰ:1415ھ)

(27) (تذکرۃ الحق بمع ترجمہ مابیتہ الحق،320/1،طبع:درویش پریس دہلی)

خلاصہ اویسی غفرلہ: یہ کعبہ ایک نورِ محجوب (پردے میں چھپا ہوا نور) کا مرکز ہے، اسی لئے حضور علیہ السلام کا مسجودٌ الیہ (جس کی طرف سجدہ کیا جاتا) ہے۔ اور اس نور کی حقیقت تعیُّنِ ذاتی (ذاتِ الٰہی کا معین و مخصوص ظہور) ہے، یعنی صفتِ ربوبیت (پروردگاری کی صفت) کی ابتدا کا مظہر (ظاہر کرنے والا مقام)، چونکہ یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ظہور کا سبب ہے، اسی لئے آپ نے اس کی تعظیم و تکریم (عزت اور بزرگی) سے اس کی طرف سجدہ کیا۔

اس کے بعد ایک اعتراض کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ،

این مربوط است از علته وجود با وجود معطوف علیه و از مراتب الهیات معطوف اگرچه حقیقته نور محمد که مبدء تعین او است اعلی و افضل است از حقیقته نور حجابی بسبب بدتش بر انی حقائق الهیات ولیکن آن نور حجابی از منسوبات الله تعالی است بقیام حقیقش الله تعالی و این نور حادثی از مخلوقات الله تعالی است بقیام مجازیش بالله تعالی وکلام نفس وجود این هر دو است نه در حقیقته این هر دو (حاشیہ صفحہ ۱۲ سے)

ترجمہ: اگرچہ حقیقتِ نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم، جو آپ کا مبدءِ تعیُّن (وجود کی ابتدا یا نمود کا مقام) ہے، کہ جہاں سے آپ کے تعیُّن کی ابتدا ہوئی، حقیقتِ نورِ حِجابی (پردے میں چھپی ہوئی روشنی) سے اعلیٰ و افضل ہے، کیونکہ مبدء ہونا حقیقتِ نورِ محمدی کا، حقائقِ الٰہیّات (اللہ کی صفاتی و ذاتی حقیقتوں) کے لئے ہے۔ لیکن وہ نورِ حِجابی، خدا تعالیٰ کے منسوبات (نسبت دی گئی چیزوں) سے ہے، کیونکہ اس کو "خُدمقامی" (مقامی حد بندی والا وجود؛ جگہ میں محدود مانا گیا) کے ساتھ قیامِ حقیقی (حقیقی قرار پکڑنا) ہے۔ اور یہ نورِ محمدی حادثی مخلوقاتِ خدا سے ہے، کہ اس کو خدا تعالیٰ کے ساتھ قیامِ مجازی (علامتی یا غیر حقیقی نسبت) ہے۔ اور کلام ان دونوں کے نفسِ وجود (وجود کی اصل یا ذات) میں ہے، نہ کہ ان دونوں کی حقیقت (حقیقتِ ذاتی یا حقیقتِ صفاتی) میں۔ (28)

خلاصہ یہ ہوا کہ حضور علیہ السلام کا کعبہ کی حقیقت کو مسجود الیہ بنانا بھی اس کی افضلیت کے لیئے ہیں۔

پھر فرمایا:

استحاله ذات مبارك بانوار حجابی کلی او انی است پس جزئی آنی باشد و فضل نور حجابی کعبه معظمه بکلیته آنی است ش فضل کلی با حاطته جزئی داین تبیین حقیقته جواب سوال مقدر است که ازین عبارت میتوان یافت م واجب القاع نو دن مکه معظمه بخاطر عاطر ضرت محبوب رب العالمین بوجه نور حجاب الله مقصود و معبود است واحب البقاع بودن مدینه مکرمه بجناب رب العالمین بوجه وجود با وجود صلعم پس شرف المکان بشرف المکین خود فاروق في الفضل بین است و در فضل مدینه مکرمه معظمه تاویل فضل جزئی تو اند شد غلاف فضل مکه معظمه بوصف خیر ارض الله واجب ارض الله که جز کلی نتو اند شد.

---

(28) (تذکرۃ الحق بمع ترجمہ مابہ الحق، 321/1، طبع: درویش پریس دہلی)

ترجمہ: اور استحالۂ ذاتِ مبارکِ حضور[29] انوارِ حجابیِ کلیِ آوانی (کائنات پر پھیلے ہوئے پردہ دار انوار) سے ہے۔ پس یہ استحالۂ شریف (یہ بابرکت تبدیلی) جزئی آنی (جزوی طور پر وارد ہونے والی) ہوگی۔ اور فضیلتِ نورِ حجابی[30] کعبہ معظمہ کی کنیتِ آنی[31] کے سبب ہے۔ اور کلی کو فضلِ جزئی پر (کلی فضیلت کو جزوی فضیلت پر) جزئی کا احاطہ کرنے کے سبب[32] فضیلت حاصل ہے۔ اور یہ بیان کرنا حقیقت میں جواب ہے اُس سوالِ مقدر کا (یعنی وہ سوال جو ذہن میں پیدا ہو سکتا ہے) جو اسی عبارت سے نکلتا ہے۔

اور مکہ معظمہ کا سب جگہوں سے محبوب تر جگہ ہونا، حضرت محبوبِ ربّ العالمین (یعنی نبی کریم ﷺ) کی خاطر عاطر (مبارک نسبت) میں، خدائے مقصود و معبود (اللہ تعالیٰ) کا محلِّ نورِ حجاب ہونے کے سبب ہے۔ اور مدینہ مکرمہ کا جنابِ ربّ العالمین میں احبُّ البقاع (اللہ کے نزدیک سب سے محبوب مقام) ہونا، سبب ہے فرودگاہِ وجودِ باوجودِ حضور (یعنی نبی کریم ﷺ کے بابرکت وجود کے نزول) کا۔ پس شرفِ مکان (جگہ کی عزت و بزرگی)، مکین (جو وہاں سکونت رکھتا ہے) کے شرف کے سبب ہے۔ خود فارق بین فضل و منزلت میں ہے[33] جس سے اعلانیہ (ظاہر و واضح) منزلت میں فرق ظاہر ہے۔ اور مدینہ مکرمہ کے فضل میں (جو کہ مکہ معظمہ پر ہے) جیسا کہ حدیث سے ظاہر ہے، فضلِ جزئی (یعنی مخصوص یا عارضی فضیلت) کی تاویل ہو سکتی ہے۔ بخلاف فضلِ مکہ معظمہ کے کہ وہ "بہتر خدا کی زمین" اور "محبوب تر خدا کی زمین" اس کا وصف ہونے کی وجہ سے ہے، سوائے کلی کے اور محمل (مرکز) اس کا نہیں ہو سکتا۔

وبقطع نظر ازین فضل مقصود بالانتساب اگر فصلی دیگر ناسند غیر مقصود است و البته زمینکه مشرف باشد بحمل جسد طیب اشرف جمله رونی زمین و آسمان است سوالی زمینکه محل نور حجابی است و عرش عظیم که محل نور مسجود له است اگر برسی بمطالب اختلاف دعوی شان و لیل آن چنانکه اختیار فرمودند و این دلیل درمند میرسی به بهتری آن که اختیار کرد ان شاء الله تعالی والبته عنصر قلب شریف حضرت صلعم افضل است از ماهیته عرش عظیم بحکم تبع عنصر بروح در مسلو باتش والبته عنصر قلبي افضل است از عنصر غیر قلب . بر تفاوت حد خودها در تبع روح بفارق موجودات از مسلوبات مخصوص محمدی و قلب بسیط شریف حضرت صلعم افضل است فضلاً بعد فضل از عرش عظیم بانکه تعین عرش عظیم جزئیش بیانی مجهول مفید معنی تقلیل م است از نور محمد صلعم با حمل انوار قدیم در آوان بلزوم تجدد امکان خود و دران بلزوم قرار تشخص زائد خود.[34]

ترجمہ: اور قطعِ نظر اس فضل کے کہ انتساب میں فضل مقصود ہے، اگر کوئی اور فضل ہوگا، وہ غیر مقصود ہے۔ اور البتہ وہ زمین جو حضرت کے جسدِ طیّب کے حمل (اٹھانے) سے مشرّف ہے، یعنی وہ زمین جس نے جسدِ مُبارک کو اُٹھا رکھا ہے، تمام رُوئے زمین اور آسمان سے اَشْرَف ہے؛ سوائے اس زمین کے کہ محلِ نورِ حِجابی ہے، اور سوائے عَرشِ عظیم کے جو نورِ مسجود لہ کا محل ہے۔

اگر تُو ہمارے عُلماء کے اختلافی مطالب اور اُن کی دلیل، جو کچھ اُنہوں نے اختیار فرمائی ہیں، معلوم کرے گا، اور اس فقہ کی دلیل کو (جو بہتر اور مختار کی ہے) تو ان شاء اللہ تعالیٰ پہنچ جائے گا۔

---

(29) "یعنی: حضور اکرم ﷺ کی ذات کا ایک حالت سے دوسری حالت میں منتقل ہونا"۔ (س رضا)

(30) "کعبہ کے ساتھ مخصوص پردے میں لپٹے نور کی فضیلت"۔ (س رضا)

(31) "جزوی طور پر موجود یا ظاہر ہونے کی نسبت"۔ (س رضا)

(32) "یعنی: اس لیے کہ کلی جزئی کو شامل کرتی ہے"۔ (س رضا)

(33) "یعنی یہی فرق کرنے والا ہے فضیلت اور مرتبے میں"۔ (س رضا)

(34) (تذکرۃ الحق بمع ترجمہ ماہیۃ الحق، 322/1، طبع: درویش پریس دہلی)

اور بیشک عنصرِ قلبِ شریفِ حضرت، عرشِ عظیم کی ماہیت (حقیقت و فطرت) سے افضل ہے، کیونکر (کیونکہ) عنصر، مَسلُوباتِ رُوح (روح سے پیدا شدہ اثرات) میں طلائعِ روح (روح کی پرتو یا نمائندگی) ہے۔ جیسے روحِ اعلیٰ کو روحِ تاریخ (ادنی یا کم درجے کی روح) پر افضیلت ہے، مکہ میں روحِ اعلیٰ کے مسلوبات، روحِ تاریخ کے مسلوبات سے فوقیت و فضیلت رکھتے ہیں۔ اسی طرح عنصرِ اعلیٰ کو فوقیت و فضل ہے؛ اس لئے کہ عنصر تابعِ رُوح ہے۔

اور البتہ عنصرِ قلبی، عنصرِ غیرِ قلب سے اپنے اپنے حد کے تفاوُت (درجہ فرق) پر افضل ہے۔ جب کہ تبع و پیروی رُوح میں موجوداتِ محمدی کا آپ ﷺ کے مخصوصہ مسلوبات سے فرق کا لحاظ کریں۔

اور قلبِ بسیطِ آنحضرت ﷺ، عرشِ عظیم سے افضل ہے۔ "فضیلت کے بعد بڑھ کر فضیلت" ہے۔ اس لئے کہ تعیُّنِ عرشِ عظیم، نورِ محمدی کا ایک جزءِ قلیل (چھوٹا حصہ) ہے، باوجود حملِ انوارِ قدیم کے متعدّد آوان (لمحات) میں، اب لزوم تجدد (نئے پن کی لازمی حالت) اپنی امکان (ممکنہ فطرت) کے سبب اور آنِ واحد (ایک لمحہ) میں بسببِ لزومِ قرار (ثابت رہنے کی مجبوری) اپنی تشخیصِ زائد (ماہیت سے زائد کوئی اور امتیازی چیز) کے۔

کیونکہ حدوثِ ماہیتِ امکانی (ممکنہ نوع کی تخلیق) کے لئے جِدّت (تازگی) لازمی ہے، اور جدّت بعد فنا، تعدادِ امکان و زمان کی مُستلزم (ضروری شرط) ہے۔

لہٰذا تعیُّنِ عرش (یعنی عرش کا ایک مخصوص اور معین صورت میں ظاہر ہونا) کو، حملِ انوارِ قدیم (اللہ تعالیٰ کے قدیم اور ازلی انوار کو اپنے اوپر اٹھانے) کا، متعدّد آوان (کئی زمانی مرحلوں) میں باعتبارِ تجددِ خلقِ ماہیت (ماہیت کی تخلیق کے مسلسل نو بہ نو اور تازہ ہوتے رہنے کے اعتبار سے) ضروری ہے۔

اور تشخصِ زائد (اضافی شناخت)، جو ماہیت پر ایک شے زائد (اضافی چیز) ہے، اپنے دوام و بقا میں فنا نہ ہونے کے سبب قرار (ثبات) لازمی ہے، جو آن و زمانِ واحد کا مُستلزم ہے۔ لہٰذا تشخصِ عرش کو، حملِ انوارِ قدیم کا، بسببِ لزومِ قرار، آنِ واحد میں ہوگا۔

حاشیہ ص ۱۹ اس کتاب کا تعارف اور مصنف کے القاب میں ماہیۃ الحق کے دیباچہ میں لکھا کہ این کتاب مسمی بتذکرۃ الحق از تصنیف عارف باللہ واصل الی اللہ سالک کامل مخزنِ حقائق منبع دقائق محقق الملہ والدین مظہر علمائے راسخین کاشف اسرار غیبی واقف علم ادنی صوفی صافی شیخ الوقت فقیر کامل حضرت استادی مولائی مولانا مولوی عبدالوحید المخاطب بہ محمد امیر رحمۃ اللہ علیہ۔ (35)

اس کے بعد ایک صفحہ تقریبا کتاب کی توصیف میں لکھے اس کا ترجمہ کرنے والے ان کے شاگرد مولانا دوست محمد اجمیری مرحوم ہیں اس کا نام ماہیۃ الحق رکھا پرانی اردو ہے فقیر نے اسے جوں کا توں رہنے دیا چند مقام کی اصلاح کر کے پھر اسے اس کی حال پہ چھوڑ دیا البتہ صلعم کاٹ کر فقیر نے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اضافہ کیا ہے گزشتہ (۱۴ویں) صدی کے اوائل کی تصنیف ہے اس کا اول و آخر کم ہے۔ کتاب کا اکثر مواد، فتوحات مکہ شریف سے ماخوذ ہے بہر حال حقیقت کعبہ پہ جو مختصر لکھا ہے خوب لکھا ہے ہم نے اپنے موضوع کے مطابق پا کر اس باب کو مع ترجمہ لکھ دیا ہے تاکہ واضح ہو کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام حقیقت کعبہ کے بھی کعبہ ہیں۔

---

(35) (تذکرۃ الحق بمع ترجمہ ماہیۃ الحق، دیباچہ ماہیۃ الحق، 2/1، طبع: درویش پریس دہلی)

"عارف باللہ: اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھنے والے، واصل الی اللہ: اللہ تک رسائی حاصل کرنے والے (روحانی وصال کی منزل کو پانے والے)، سالکِ کامل: طریقت میں کامل طریقے سے سلوک طے کرنے والے، مخزنِ حقائق: حقائق کا خزانہ، منبعِ دقائق: باریک اور لطیف نکات کا سرچشمہ، محققِ ملت و دین: دین اور شریعت کے اصولوں کو گہرائی سے جاننے اور پرکھنے والے، مظہرِ علمائے راسخین: راسخ العقیدہ علماء کے علوم کا مظہر، کاشفِ اسرارِ غیبی: غیبی اسرار و رموز کو کشف کرنے والے، واقفِ علمِ ادنی: ظاہری و سطحی علوم سے بھی واقف، صوفیِ صافی: باطن کی صفائی رکھنے والے صوفی، شیخ الوقت: اپنے وقت کے بزرگ و مرشد، فقیرِ کامل: فقر و درویشی میں کامل، حضرت استادی: قابلِ احترام استاد، مولائی: مرشد و رہنما"۔ (س رضا)

مزید توضیح: وتعین قلب بسیط شریف کلی ش بیانی مجہول مفید معنی تعظیم م است با حمل انوار قدیم در آوان بلزوم تجدد امکان خود و در آن بلزوم قرار تشخص زائد خود و تشریف انصاف کلی در آوان فضلی دیگر است که بعرش عظیم نصیبی جزئی هم ازاد نیست و درین تبیین حقیقته جواب خطاهائی فکریست فکر سلیم در قرار نسبت مخصوصته الوجه في محله باید تا ازانچه باید بر آیدش ای ازانچه باید بر آمد بر آیدم و همچنین است تعظیم وجنه دیگر آثارش صلعم مختلف المقابق متحد النسبتة المختصر شعر،

برزمینکه کا نشان کف پائی تو بود　　سالهاسجده صاحب نظران خواهد بود

تا آنکه اگر بشنود که اثری از واست صلی الله علیه وسلم گو محقق نباشد تعظیم و حجته لازم است چه نفی آن ثابت نتو اند شد و همین است عادت سلف ما والا سوء ادب در تعظیم و محبت ظاهر+ ش درحال امام مالک رحمته الله تعالی مذکور است در مدینه منوره هر جا که عمارت قدیم میدیدیا دب تمام می بوسید نظر بر آنکه شاید آن رسول خدا حبیب کبریا صلعم وقتی دستی بآن رسانیده باشد. ازینجا ظاهر است که بر انی تعظیم آثار صحت رو ایت در کار نیست صرف احتمال کافی باشد

ترجمہ: اور تعیینِ قلبِ بسیطِ شریف ایک عظیم کلی (جامع و عمومی حقیقت) ہے۔ انوارِ قدیم کا، آوانِ متعدد میں حامل ہونے کے سبب، خود کے امکان کے تجدّد (بار بار نیا ہونا) لازم ہونے سے، اور آنِ واحد میں اپنی تشخیصِ زائد (ماہیت سے ماورا امتیاز) کے قرار (ثابت) کے لازم ہونے سے۔

اور انصافِ کلی (جامع عدل یا کامل اصولی برتری) کا تشرف (فضیلت) جو آوان (لمحات) میں ہوتا ہے، ایک دوسرے (درجہ) سے افضل ہے۔ کہ عرشِ عظیم کو اس سے ایک جزئی (چھوٹا) حصہ بھی نہیں ہے۔ اور اس تبیین (وضاحت) یعنی بیان کرنے میں حقیقت کے جواب (شک وشبہ یا اعتراض) ہے فکری خطاؤں کا۔ پس نسبتیں، کہ وجہِ مخصوصہ (معین سبب) رکھتی ہیں، ان کو اپنی اپنے محل میں ٹھہرانے میں فکرِ سلیم (درست و معتدل سوچ) چاہیے، تاکہ جو جس چیز سے کہ حاصل ہونا چاہیے، حاصل ہو دے۔ اور اسی طرح تعظیم و محبت ہے حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے، اور دوسرے آثار (روحانی علامتوں و آثار) کی، جن کی حقیقتیں مختلف ہیں، اور نسبت (ربط) متحد ہے۔ مختصر یہ ہے،

شعر　　جس جانشان پائے مبارک ہو آپ کا　　برسوں ہی سجدے اہل بصیرت کیا کریں

سُن لو کہ حضور کا کوئی اثر ہے، گو مُحقّق (ثابت شدہ) نہ ہو، تو تعظیم و محبّت لازم ہے، کیونکہ اِس کی نفی ثابت نہیں ہو سکتی۔

اور ہمارے سلف (گزشتہ بزرگ علما و صلحا) کی یہی عادت ہے۔ ورنہ تعظیم و محبت میں بے ادبی ظاہر ہو۔ چنانچہ امام مالک (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے حال میں مذکور ہے کہ مدینۂ مُنوَّرہ میں جہاں کہیں پُرانی عمارت دیکھتے تھے، پورے ادب کے ساتھ چومتے تھے، یہ خیال کرکے کہ شاید کبھی اُس رسولِ خدا، حبیبِ کبریا (انتہائی محبوبِ خدائے برتر) نے اُس پر دستِ مبارک لگایا ہو۔ یہاں سے ظاہر ہے کہ تعظیمِ آثار (نشانات و تبرکات) کے لیے صحتِ روایت درکار نہیں، صِرف احتمال (امکان، گمان) کافی ہے۔ [36]

فائدہ: یہی حقیقت ہی جس کے متعلق حدیث شریف میں ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وَإِنَّ الْكَعْبَةَ تُحْشَرُ كَالْعَرُوسِ الْمَزْفُوفَةِ، وَكُلُّ مَنْ حَجَّهَا يَتَعَلَّقُ بِأَسْتَارِهَا، يَسْعَوْنَ حَوْلَهَا حَتَّى تَدْخُلَ الْجَنَّةَ فَيَدْخُلُوا مَعَهَا. [37] (احیاء العلوم الغزالی رحمۃ اللہ علیہ)

ترجمہ: بے شک کعبہ قیامت میں یوں اٹھایا جائے گا جیسے شبِ زفاف دلہن کو دلہا کی طرف لے جاتے ہیں۔

---

(36) (تذکرۃ الحق بمع ترجمہ ماہیۃ الحق، 323/1، طبع: درویش پریس دہلی)

(37) (احیاء علوم الدین، کتاب اسرار الحج، الباب الاول، الفصل الاول فی فضاءل الحج، 1/ 241، طبع: دار المعرفة – بیروت)

تمام اہلسنت جنہوں نے حج مبرور کیا اس کے پردوں سے لٹکے ہوئے اس کے گرد دوڑتے ہونگے یہاں تک کہ کعبہ اور اس کے ساتھ یہ سب جنت میں داخل ہوں گے۔

اس کے جلوے ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں ورنہ کعبہ تو ایک کمرہ ہے وہ کل مخلوق کا قبلہ کیسے ؟جب کہ عالم دنیا کے نمازی مختلف جہات و مختلف مقامات پر نماز ادا کرتے ہیں تو سب کو تو ایک کمرہ سامنے نہیں بلکہ وہی حقیقت کعبہ سب کی قبلہ ہے۔

اس حقیقت کعبہ کے لئے حکم ہے کہ ادھر پیٹھ نہ ہو، پاخانہ پیشاب کے وقت اس طرف پیٹھے ہو نہ منہ۔ یہاں تک کہ ایک صحابی نے مدینہ طیبہ میں اس طرف تھوکا تو حضور علیہ السلام نے اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے روک دیا اور اب بھی یہی حکم ہے کہ قبلہ کی جانب تھوکنا مکروہ ہے۔

الحمد للہ۔اس حقیقت کعبہ کے انوار ذرہ کائنات میں پھیلے ہوئے ہیں اس لئے علماء فرماتے ہیں کہ ہر وقت قبلہ رخ بیٹھنے والے کا چہرہ نورانی ہو جاتا ہے۔ یہ انوار اسی حقیقت کعبہ کے ہیں اس کا نقاب میں ظاہری کعبہ ہے۔

نکتہ: کعبہ میں ایک مرکز میں رہ کر ہر جگہ حاضر و ناظر اور لباس کے اندر ایسا نور کہ کائنات کے ذرہ ذرہ میں جلوہ گر لیکن افسوس کہ کعبہ کے کعبہ صلی اللہ علیہ وسلم سے انکار ۔

قبلہ الٰہی: نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کعبہ کا قبلہ (کعبہ) تسلیم کرنے سے بد قسمت اُمّتی پس و پیش (ہچکچاہٹ یا دودلی) کر رہا ہے۔ حضرتِ علامہ سیّد آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر رُوحُ المعانی میں تو ثابت فرمایا کہ حضورِ سَرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم خود اللہ تعالیٰ کی توجہ کے بھی مرکز (قبلہ) ہیں۔

چنانچہ فرمایا: وَقِبْلَتُكَ الْكَعْبَةُ، وَهِيَ قِبْلَةُ جَسَدِكَ، وَأَمَّا قِبْلَةُ رُوحِكَ فَأَنَا، وَقِبْلَتِي أَنْتَ.[38] (روح المعانی، پارہ ۲ تحت آیت لِكُلٍّ وِجْهَةٌ)

الحمد للہ۔ دلائل قاہرہ (مضبوط دلائل) و براہینِ باہرہ (روشن دلائل) سے ثابت ہوا کہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعبہ کے ظاہر و باطن اور اس کی حقیقت کے کعبہ یعنی قبلہ یعنی ان کی توجہ کا مرکز ہیں۔

یہ شان ھے خدمت گاروں کی: حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان تو ارفع و اعلیٰ ہے اللہ نے آپ کے غلاموں کو یہ شرف بخشا ہے کہ کعبہ معظمہ ان کی تعظیم و تکریم کرے اور ان کی زیارت کے لئے ان کے ہاں تشریف لے جائے اور ان کا طواف کرے فقیر اس پر ایک رسالہ لکھا کئی بار شائع ہوا بنام " اَلْقَوْلُ الْجَلِیْ فِی اَنَّ الْکَعْبَۃَ تَذْھَبُ اِلَی زِیَارَۃِ الْوَلِیْ " موضوع کی مناسبت مختصر دلائل ملاحظہ ہوں۔

اولیاء اللہ کو کعبہ کے طواف کی کہانی
مولوی اشرف علی تھانوی کی زبانی

ہمارے دور میں اس مسئلے (دینی معاملے) میں عموماً اولیاء کرام کے مخالفین ہی شور مچاتے ہیں، اور مخالفین کو قرآن و حدیث پر اتنا ایمان نہیں جتنا اپنے ضُدّ داء (ضدی دشمنوں) پر ایمان ہے۔ چنانچہ ذیل میں ان کے ایک بڑے گرو (عالم سُوء: بُرا عالم) کی کتاب بوادرُ النَّوادر صفحہ ۱۳۷ سے من و عن (جوں کا توں) بحث کو معرضِ وجود میں لاتا ہوں، ہو سکتا ہے کہ کسی مُنصِف مزاج (عدل پسند طبیعت والے) کی قسمت جاگ پڑے۔ وَھُوَ ھٰذَا. (اور وہ یہ ہے)۔

"کعبہ کا بعض اولیاء کی زیارت کو آنا"

(38) (روح المعانی، سورۃ البقرۃ، تحت الآیۃ: 148، 1/ 414 دار الکتب العلمیۃ – بیروت، طبع اولیٰ: 1415)

سوال : بابت استقبال قبلہ شامی و بحر الرائق و طحطاوی بر مراقی الفلاح و باب ثبوت النسب در مختار و شامی و غیرہ معتبراتِ فقہیہ (فقہ کی معتبر کتب) سے جو جواز، آنے بیتُ اللہِ شریف کا واسطے زیارتِ اولیاءِ اللہ کے، بلکہ طوافِ اولیاء (اللہ والوں کے طواف) کرنے کے ممکن و منجملہ کرامات (کرامتوں میں شمار ہونے) ہونا لکھا ہے، اور روضُ الرَّیاحین امام یافعی نے وقوعِ اس کا، اور دیکھنا ثقافتِ ائمہ و علماء کا اس کرامت کا منقول ہے اس کو غیر مقلدین لغو اور غلط امر کہتے ہیں۔ ان کا خیال و قول یہ ہے کہ کعبہ ایسا معظم (بہت ہی محترم) کہ رسولُ اللہ صلَّی اللہ علیہ و سلم، جو اَشرفُ المخلوقات تھے، اس کی تعظیم طواف سے کی وہ دوسرے اپنے سے کم درجہ کی زیارت و طواف کے لیے جائے، یہ قلب (الٹ دینا) و موضوع (جھوٹا بات) و نا ممکن امر ہے۔ ہاں، اگر قرآن و حدیث سے یہ امر مدلل (دلیل سے ثابت) کیا جائے، تو قابلِ تسلیم ہو سکتا ہے۔ لہٰذا علماءِ احناف کے جناب میں گزارش ہے کہ عقیدے کو نصوصِ قرآن و حدیث سے، باستنباط (نکال کر، اخذ کر کے) از آیات و احادیث، مدلل و ثابت فرما کر کتبِ فقہِ حنفیہ و روضُ الرَّیاحین و غیرہ تالیفاتِ ائمہ سلف کو وجہِ غیر معتمد ہونے سے بچائیں، اور جہاں تک جلد ممکن ہو جواب سے سرفراز فرمائیں اس امر کی نسبت سخت نزاع (جھگڑا) در پیش ہے۔[39]

الجواب:

حدیث:(۱)عَنْ ابْنِ عُمَرَ: نَظَرْتُ دَوْمًا إِلَى الْكَعْبَةِ فَقُلْتُ: مَا أَعْظَمَكَ وَمَا أَعْظَمَ حُرْمَتَكَ، وَالْمُؤْمِنُ أَعْظَمُ حُرْمَةً عِنْدَ اللهِ مِنْكَ.

أَخْرَجَهُ التِّرْمِذِيُّ وَحَسَّنَهُ.[40]

وَرَوَاهُ ابْنُ مَاجه مَرْفُوعًا عَنْ ابْنِ عُمَرَ، وَلَفْظُهُ: قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَطُوفُ بِالْكَعْبَةِ وَيَقُولُ: كَا أَطْيَبَكِ وَأَطْيَبُ رِيحَكِ وَأَعْظَمُ حُرْمَتَكِ، وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيدِهِ حُرْمَةُ الْمُؤْمِنُ أَعْظَمُ عِنْدَ اللهِ حُرْمَةً مِنْكِ، الْخ

(ص۱۲۹۰ اصح المطابع)[41]

۱۔یعنی ابن عمر نے کعبہ کو دیکھ کر فرمایا اے کعبہ تو پیری عزت و حرمت والا ہے لیکن مومن کی عبادت و حرمت تجھ سے زائد ہے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ حضور علیہ السلام کعبہ کا طواف کرتے ہوئے کعبہ کو فرمایا کہ اے کعبہ تیری بھی بڑی شان ہے لیکن مومن کی شان تجھ سے زیادہ ہے۔

حدیث:(۲)وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "دَخَلْتُ الْجَنَّةَ فَإِذَا أَنَا بِالرُّومَيْصَاءِ، امْرَأَةِ أَبِي طَلْحَةَ، وَسَمِعْتُ خَشَفَةً فَقُلْتُ: مَنْ هَذَا؟ فَقَالَ: هَذَا بِلَالٌ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.[42](مشکوۃ ص۵۶۷)

۲۔یعنی حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے بہشت میں ابی طلحہ کی عورت کو دیکھا اور اپنے سے پہلے بلال کے جوتوں کی آواز کو سنا۔

---

(39) (نوادر النوادر، 28 واں غریبہ، 54/1، طبع: مکتبہ اشرف العلوم دار الاشاعت دیوبند، سہارنپور)

(40) (سنن الترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ما جاء فی تعظیم المومن، 3/ 446، الحدیث: 2032، طبع: دار الغرب الإسلامي – بیروت، 1998)

(41) (سنن ابن ماجة، کتاب الفتن، بَابُ حُرْمَةِ دَمِ الْمُؤْمِنِ وَمَالِهِ، 5/ 85، الحدیث: 3931، مکتبة أبي المعاطي)

(42) (مشکاۃ المصابیح، کتاب المناقب، بَاب جَامع المناقب، 3/ 1837، الحدیث 6201، المکتب الإسلامي، الطبعة: الثالثة، 1985)

حدیث:(۳)عَنْ جَابِرٍ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: اهْتَزَّ الْعَرْشُ لِمَوْتِ سَعْدِ بْنِ مَعَاذٍ. فِي رِوَايَتِهِ: قَالَ: اهْتَزَّ عَرْشُ الرَّحْمَنِ لِمَوْتِ سَعْدِ بْنِ مَعَاذٍ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.(مشکوۃ ص۵۶۷)[43]

۳۔یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سعد کی موت پر خدا کا عرش کانپ اٹھا۔۴۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین شخصیتوں کا بہشت (جنت) کو اشتیاق (انتظار) رہتا ہے۔ علی، عمار، سلمان رضی اللہ تعالی عنھم۔

(۳) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ چلئے ام المنین کی زیارت کے لئے تشریف مبارک کر آئیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی زیارت کے لئے تشریف مبارک لے جاتے تھے۔

حدیث:(۴)عَنْ جَابِرٍ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "لَمَّا كَذَّبَنِي قُرَيْشٌ قُمْتُ فِي الْحَجَرِ فَجَلَى اللهُ لِي بَيْتَ الْمَقْدِسِ". الْحَدِيثُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.(مشکوۃ ص۵۲۲)[44]

"وَاللَّمَعَاتُ: جَاءَ فِي حَدِيثِ ابْنِ عَبَّاسٍ: فُجِئَ بِالْمَسْجِدِ لِي أَنْظُرَ إِلَيْهِ حَتَّى وَضِعَ عِنْدَ دَارِ عُقَيْلٍ، فَنَعَتَهُ وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَيْهِ."[45]

۴۔یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب قریش نے میری تکذیب کی تو میں حجر اسود میں آیا تو اللہ تعالی نے بیت المقدس المقدس کو میرے سامنے کر دیا اور لمعات میں ہے کہ بیت المقدس کو اٹھا کر مسجد حرام میں دار عقیل کے قریب رکھ دیا گیا اور میں اسے دیکھ رہا تھا۔

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب قریش نے میری تکذیب کی تو میں حجر اسود کی طرف اٹھا تو اللہ تعالی نے بیت المقدس سامنے کر دیا۔

ایک روایت میں ہے کہ اسے مسجد حرام میں لایا گیا۔

فائدہ: بعدِ نقلِ ان احادیث کے، جواباً عرض کرتا ہوں کہ سوال میں معترض نے دو قول نقل کیے ہیں: ایک یہ کہ "یہ قلبِ موضوع (من گھڑت بات) ہے"، دوسرا یہ کہ "یہ ناممکن ہے"۔ قولِ اول کی یہ دلیل بیان کی گئی کہ رسولُ اللہ صلَّی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تعظیم طواف سے کی، اور قولِ ثانی کی دلیل بیان نہیں کی۔

سو "قلب کا موضوع" کا جواب حدیث سے ظاہر ہے، کہ ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کعبہ سے ہر مؤمن کو افضل بتا رہے ہیں، اور اول تو یہ امر مُدرَک بالرائے (عقل سے معلوم ہونے والا) نہیں، اس لیے حکماً مرفوع ہو گا (یعنی نبی ﷺ سے منسوب کیا جائے گا)؛ اور اگر اس سے قطعِ نظر بھی کیا جائے، تب بھی کسی صحابی سے اس پر تنکیر (انکار، اختلاف) منقول نہیں۔

پھر اس کی صحت میں کیا شک رہا؟ پھر ابنِ ماجہ میں تو اس کی رفع (نبی سے نسبت) کی تصریح ہے، اور سند بھی اچھی ہے؛ اب کلامِ مذکور کی بھی حاجت نہیں رہی۔

---

(43) (مشكاة المصابيح،كتاب المناقب،باب جامع المناقب،الفصل الاول ، 3/ 1749،الحديث:6206،المكتب الإسلامي – بيروت1985)

(44) (مشكاة المصابيح،كتاب الفضاءل والشمائل،،باب فى المعراج،الفصل الثالث، 3/ 1641،الحديث:5867،المكتب الإسلامي – بيروت1985)

(45) (مسند الإمام أحمد بن حنبل، ومن مسند بني هاشم، مسند عبد الله بن العباس بن عبد المطلب، عن النبي صلى الله عليه وسلم،5/ 29، الحديث 2819، مؤسسة الرسالة، الطبعة: الأولى، 1421 هـ - 2001 م)

رہ گیا طواف فرمانا رسولُ اللہ ﷺ کا اس کا اور اس کی تعظیم کرنا سو یہ ایک امرِ تعبدی (عبادت پر مبنی فعل) ہے، جس طرح رسولُ اللہ ﷺ مساجد کا احترام فرماتے تھے، تو کیا مسجد کا آپ ﷺ سے افضل و اعظم ہونا لازم آگیا؟

اسی طرح بیتِ معظم (یعنی کعبہ) بھی آپ ﷺ سے افضل نہ ہوگا۔ پھر جب آپ ﷺ اس سے افضل ہوئے، اور پھر آپ ﷺ نے اس کا طواف کیا، تو اس سے ثابت ہو گیا کہ مفضول (کم درجے والا) بھی ہوتا، تب بھی افضل (اعلیٰ درجے والا) کا طواف کرنا مفضول کا طواف افضل کر سکتا ہے۔

سوا گر مؤمن، بیتِ معظم سے مفضول بھی ہو، تب بھی افضل کا طواف کرنا مفضول کے لیے جائز ہوتا۔ جب کہ مؤمن کا افضل ہونا ثابت ہو گیا، پھر تو کچھ استبعاد (بعید سمجھنا، حیرت) نہ رہا۔

باقی یہ ظاہر ہے کہ یہ فضیلتِ جُزئی ہے۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ انسان کو جہتِ سجدہ (قبلہ) بھی بنایا جائے، یا انسان کا کوئی طواف کرنے لگے۔

اور یہ سب اس وقت کہ طواف بطورِ تعظیم ہو؛ اگر یہ طواف لغوی (لغت کے اعتبار سے) ہو، بمعنی آمد و رفت، جو زیارت کے مقارب (قریب المعنی) ہے، تو وہ اپنے مفضول کے لیے ہے، تکلف (مشکل تراشی) ہو سکتا ہے۔

جیسا کہ حدیث ۵ اور ۶ میں مصرّح (صاف بیان) ہے، اور محض ایسے امور سے افضلیت کا ثبوت کیسے ضروری ہوگا؟ جبکہ حدیث ۲ میں تقدّمِ جلال (عظمت کا پیش ہونا) کا حضور ﷺ پر منقول ہے۔ اس مقام کو شُرّاحِ حدیث (حدیث کی شرح کرنے والوں) نے تقدّمُ الخادمِ علی المخدوم (خادم کا مخدوم پر پہلے آنا) سے مفسّر کیا ہے، پس ایسا ہی یہاں ممکن ہے۔

نیز عرش، جو کہ تجلّی گاہِ حق (اللہ تعالیٰ کے ظہورِ خاص کی جگہ) ہے، اور جس کی صفت میں کسی بشر کو دخل نہیں، ظاہر بیتِ معظم سے افضل ہے، باوجودیکہ اس کی حرکت ایک امتی کے لیے حدیث (۳) میں مذکور ہے۔ سو اسی طرح اگر بیتِ معظم کسی مقبول امتی کے لیے حرکت کرے، تو کیا استبعاد (تعجب یا بعید سمجھنا) ہے؟ نیز روح اس کی حرکت کی اشتیاق (شدید خواہش) ہے۔ سو جنّت، جو کہ حق تعالیٰ کی تجلّیِ خاص کا مدار (مرکز) ہے، حدیث (۴) میں اس کا مشتاق ہے۔ بعض اُمّیانِ مقبولین (چُنے ہوئے نیک اُمّی لوگ) کی طرف دار ہے۔ تو کعبہ کا اشتیاق بھی کسی مقبول امتی کی طرف، کیا مستبعَد (بعید یا ناممکن خیال کیا جانا) ہے؟

پس ان حدیثوں سے خود زیارت و طواف کا استبعاد تو رَفع (ختم) ہو گیا، جو کہ بحثِ نقلی (نقلی دلائل پر مبنی بحث) تھی۔ اب صرف بحثِ عقلی باقی رہی، کہ خانۂ کعبہ اتنا بھاری جسم ہے، یہ کیسے منتقل ہو سکتا ہے؟

سو اوّل تو إِنَّ اللهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے) میں اس کا جوابِ عام موجود ہے۔ دوسری بات یہ کہ حدیث (۷) کے ضمیمہ میں جوابِ خاص بھی ہے، جو خصائصِ کبریٰ، جلد اوّل، صفحہ ۱۶۰ میں نقل کیا گیا ہے۔ ابنِ ابی شیبہ، النسائی، بزّاز، طبرانی، نعیم بن حماد، بسند صحیح (صحیح سند کے ساتھ) اس کو روایت کرتے ہیں۔ اور یہ ساری گفتگو قولِ اوّل کے متعلق تھی۔ رہا قولِ ثانی کہ "یہ ناممکن ہے"، تو استفتاء (سوال) یہ ہے کہ آیا یہ عقلاً ناممکن ہے؟ یا شرعاً؟ یا عادتاً؟ اوّل (یعنی عقلاً) کا انتفاء (خاتمہ، نفی) ظاہر ہے۔

اگر شِقِّ ثانی (دوسرا پہلو) ہے تو معترض کے ذمے اس کا ثبوت ہے: "وَأَنّٰى لَهُ ذٰلِكَ" (یعنی اور اسے وہ کہاں میسر؟)۔ اور اگر شو (دعویٰ) ثابت ہے تو مسلّم ہے، بلکہ مفید ہے، کیونکہ کرامت ایسے ہی واقعہ میں ہے جو عادی (معمول کے مطابق) مُمتنع (ناممکن) ہو، ورنہ کرامت نہ ہوگی۔

اب ایک شُبہ باقی ہے، وہ یہ کہ جبیں (پیشانی) اس کی مُکَذِّب (جھٹلانے والی) ہے، کیونکہ تاریخ میں کہیں منقول نہیں کہ کعبہ اپنی جگہ سے غائب ہوا ہو۔ ایسا ہی شُبہ حدیثِ سابع (ساتویں حدیث) کے ضمیمہ میں ہوتا ہے۔

سو اس کا جواب ہے، وہی اس کا جواب ہے، اور وہ یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ اس وقت اتفاق سے کعبہ کا دیکھنے والا کوئی نہ ہو۔ "إِذَا أَرَادَ اللهُ تَعَالَى شَيْئًا هَيَّأَ أَسْبَابَهُ." (یعنی جب اللہ تعالیٰ کسی چیز کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کے اسباب پیدا فرما دیتا ہے) اور یہ اس وقت ہے جب یہی جسم (کعبہ) مُنتقل ہوا ہو، ورنہ قرب (زیادہ قرینِ قیاس) یہی ہے کہ کعبہ کی حقیقتِ مثالیہ (ماورائی، روحانی مثال) اس حُکم کا محکومٌ عَلَیہ (جس پر حکم وارد ہوا) ہے، جس طرح حدیث (۲) میں آپ ﷺ نے بلال کی مثال کو دیکھا تھا، ورنہ بلال یقیناً اس وقت زمین پر تھے۔ اب صرف ایک عامیانہ شُبہ رہا: اس کی سند جب تک حسبِ شرائطِ محدّثین (محدثین کے اصولوں کے مطابق) صحیح نہ ہو، اس کا قائل ہونا درست نہیں۔

سو اس کا جواب یہ ہے کہ خود محدّثین نے غیر احکام کی احادیث میں سند کے متعلق ایسی تنقید نہیں کی۔

یہ تو اس سے بھی کم ہے۔ یہاں صرف اتنا کافی ہے کہ کعبہ کا استقبال کو جانا قدرتِ ربّانی سے تھا، اس لیے کوئی حیرت انگیز بات نہیں۔ (46)

حضرت عطّار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جو شخص کمالِ پیروی نبی کرے گا، اس کو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کے معجزے سے کچھ حصہ ضرور نصیب ہو گا۔ یہاں فرق الفاظ کا بے شک ہے، کہ پیغمبر کے کام کو جو خلافِ عادت ہو، معجزہ کہتے ہیں، اور ولی کے ایسے کام کو کرامت؛ اور وہ کرامت دراصل برکتِ پیروی منصبِ نبوّت کے حاصل ہوتی ہے۔ جیسا کہ وارد ہے: "سچا خواب نبوّت کے چالیس حصوں میں سے ایک ہے"، اور یہ سلسلہ تا قیامت جاری رہے گا (ان شاء اللہ)۔ ہمارے قریبی دور کے ایک کامل ولی کا واقعہ ملاحظہ ہو۔

کعبہ کی زیارت: ایک بار شیر ربانی قطب رحمانی حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری علیہ الرحمۃ لاہور کی شاہی مسجد میں تشریف لائے آپ فرماتے ہیں کہ کعبہ معظمہ میرے قریب آ گیا آپ بزبان یہ حال پڑھنے لگے۔ حیات جاوید ص ۹۳

نماز عشق ہر دم مے گزارم یہ پیش قبلہ روئے محمد ﷺ سجودے عشبازان ست ہر دم محراب دو ابروئے محمد ﷺ

ترجمہ: میں ہر وقت کلام عشق ادا کرتا ہوں روئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قبلہ بنا کر۔ دو ابروئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے محراب میں عشاق ہر وقت سر بسجود ہیں۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ اولیاء اللہ اپنی نمازوں میں اور اپنے وظیفہ واذکار میں حضور علیہ السلام کا بھی مشاہدہ فرماتے ہیں ورنہ آپ صرف کعبہ کے دیکھنے کا ذکر کر کے ان شعروں میں صاحب کعبہ کے مشاہدہ کا بھی ذکر فرماتے ہیں معلوم ہوا کہ آپ کعبہ اور صاحب کعبہ دونوں کا ہی مشاہدہ فرماتے ہیں ورنہ اس قطعہ کو بے محل پڑھنا کیوں۔

اولیاء کرام کو طوافِ کعبہ: یہ مسئلہ نہ صرف واقعات یا بزرگوں کے ملفوظات (اقوال) سے ثابت ہے بلکہ ہمارے فُقَہاء (فقہی علما)، محدّثین اور مُفَسِّرین رَحِمَہُمُ اللہُ نے اس پر مستقل (علیحدہ) بحثیں لکھی ہیں، تو دلائلِ عقلیہ (عقلی دلائل) و نقلیہ (منقول/نقلی دلائل) سے ثابت فرمایا کہ اُولیاءِ کرام کو کعبہ کا طواف حق ہے۔ چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں:

---

(46) (بوادر النوادر، 28 واں غریبہ، ص: 54 تا 57، مرتبہ محمد شفیع دیوبندی، طبع: مکتبہ اشرف العلوم دار الاشاعت دیوبند، سہارنپور)

۱۔امام ربّانی، سیّدُنا مجدّدِالفِ ثانی رَضِیَ اللہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ کعبہ، حضور صلّی اللہ علیہ وسلم کے اُولیاءِ اُمّت کے طواف کے لئے آتا ہے اور ان سے بَرَکات (روحانی فائدے) حاصل کرتا ہے۔اور اگر کعبہ ان بزرگواروں سے برکات حاصل کرے تو کیا تعجب ہے۔[47](مکتوب ۲۰۹، جلد اول، صفحہ ۲۱۱)

تعارفِ مجدّدِالفِ ثانی رضی اللہ عنہ: سیّدُنا امامِ ربّانی کی شخصیت محتاجِ تعارف (کسی تعارف کی محتاج نہیں) نہیں، عرب و عجم (عرب و غیر عرب) آپ کو اپنا امام، ہزارِ دینی ومالی فتنوں (ہزاروں دینی ودنیوی گمراہیوں) کا مجدّد (دین کی تجدید کرنے والا) تسلیم کرتے ہیں۔

غیر مقلدین، وہابی اور دیوبندی سب کے سب آپ کی امامت (رہنمائی) وپیشوائی (قیادت) کے قائل ہیں، لیکن افسوس کہ یہ فرِق (فرقے) ان کے نام کو مانتے ہیں، کام کو نہیں مانتے۔ سیّدُنا امام ربّانی کا یہ ارشاد ایمان کی جان (ایمان کی روح) ہے، ملاحظہ ہو۔مکتوب شریف، ص ۲۲۴

محبت می بحضرة حق سبحانه ازاں جہت　　است که رب تعالی رب محمد است

(مکتوب ۲۲۱، جلد سوم، صفحہ ۲۲٤)

یعنی اللہ تبارک وتعالٰی سے مجھے اسی لئے محبت ہے کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا رب ہے۔

مندرجہ ذیل اشعار آپ کے تعارف کی نذر ہیں،

خود آشنا بھی رہا اور خدا گواہ بھی تھا　　وہ ایک مردِ قلندر جو بادشاہ بھی تھا

وہ مردِ حر وہ مجاہد وہ علم کا دریا تھا　　ایک صاحب دل صاحب نگاہ بھی تھا

جھکا سکا نہ کبھی اس کا سر کوئی فرعون　　وہ اپنی ذات میں تفسیر لاالہ بھی تھا

تلاش کرتی ہے چشمِ فلک اسے اب تک　　وہ ایک ذرہ خاکی جو مہر وماہ بھی تھا

۲۔ایک مرتبہ حضرتِ امام ربّانی مجدّدِالفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو زیارتِ بیتُ اللہ کا شوق از حد غالب ہوا۔ایک روز اس بے قراری میں آپ نے دیکھا کہ تمام عالم جِن واِنُس (تمام مخلوق: جنات وانسان) نماز پڑھتے ہیں، اور حضرتِ صاحب کی جانب سجدہ کرتے ہیں۔ حضرتِ صاحب اس معاملہ سے نہایت متحیّر (حیران وششدر) ہوئے اور متوجّہ کشفِ اسرار (باطنی راز جاننے کی طرف توجہ دی) ہوئے۔ معلوم ہوا کہ کعبۂ معظمہ آپ کی ملاقات کے لیے آیا ہوا ہے اور آپ کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ اس سبب سے جو کوئی شخص کعبہ کو سجدہ کرتا ہے، وہ آپ کی طرف معلوم ہوتا ہے۔اس اثنا میں الہام (باطنی پیغام) ہوا کہ: تو ہمیشہ زیارتِ کعبہ کا مشتاق رہتا ہے، اس واسطے ہم نے کعبہ کو تیری زیارت کے واسطے بھیجا ہے۔[48](حالات مشائخ نقشبندی از مولوی محمد حسین جنوری ۱۵۱۵ ع) اور (مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ)

فائدہ: کہتے ہیں دربار عالیہ سرہند میں ایک چار دیواری ہے جہاں سیاہ پتھر کا فرش ہے تمام زائرین وہاں جا کر دوگانہ نفل ادا کرتے ہیں ان کا عقیدہ یہ ہوتا ہے کہ اس جگہ خانہ کعبہ حضرت مجدد الف ثانی کی زیارت کے لئے آکر ٹھہر تھا اور اب یہاں اس کے انوار و برکات موجود ہیں جو کہ اصحاب کثیف پر منکشف ہوتے ہیں۔ اس وقت تک تین سو سال سے زائد گزر گئے اور ہزارہا بزرگوں نے وہاں زیارت کی مگر کسی نے اس کا انکار نہ کیا اور نہ کسی کا اعتراض منقول ہے۔

---

(47) (مکتوباتِ امام ربانی، مکتوب 209، 212/1، منشی نول کشور، کانپور)

(48) (کتاب مستطاب حالات حضرات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ از مولوی محمد حسن نقشبندی، ص 155، دہلی بک ہاؤس، 2002ء)

۳۔ شیخ جلال الدین عبد الرحمن ایسوطی المتوفی ۹۱۱ ھ الحاوی للفتاوی ص ۱۴ میں فرماتے ہیں کہ شیخ برہان الدین اتباسی رحمۃ اللہ علیہ نے " تلخیص الکوکب المنبر فی مناقب الشیخ ابی العباس البصیر " میں فرمایا کہ میرے شیخ ابو العباس البصیر کی کرامات سے ایک کرامت یہ بھی ہے کہ ایک دن شیخ اوالحجاج القصری رحمۃ اللہ تعالی علیہ اور میرے شیخ مکہ میں جمع ہوئے اور کرامات اولیاء کے واقعات میں مختلف پہلو سے گفتگو کر رہے تھے اندریں اثناء میں ابو الحجاج رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے میرے شیخ سے پوچھا، هَلْ لَكَ فِي طَوَافٍ أُسْبُوعٍ یعنی کیا آپ کو ہفتہ کے طواف سے بھی شرف حاصل ہے۔

یعنی ہفتہ میں ایک بار کرامت کے طور طواف کعبہ کو جاتے ہیں۔

میرے شیخ نے فرمایا: إِنَّ اللهَ رِجَالًا يَطُوفُونَ یعنی اللہ تعالی کے بعض ایسے بندے بھی ہیں جن کا کعبہ طواف کرتا ہے۔

ابو العباس نے دیکھا کہ ان دونوں کا کعبہ طواف کر رہا ہے۔ اس کے بعد شیخ ابو الحجاج اتباسی رحمۃ اللہ تعالی نے فرمایا:

وَلَا يُنْكِرُ ذَلِكَ، فَقَدْ تَظَافَرَتْ أَخْبَارُ الصَّالِحِينَ عَلَى نَظِيرِ هَذِهِ الْحِكَايَةِ (الحاوی للفتاوی ص ۳۴۲)[49]

یعنی اس حکایت کا انکار کون کر سکتا ہے جب کہ اس جیسی بے شمار حکایات اولیاء کرام کی ہماری تقریر کی مؤید ہیں۔

فائدہ: "ایک ولی کا قول "اِنَّ لله رِجَالاً (یعنی اللہ تعالی کے بہت بندے)۔

کتنا واضح ہے کہ بیت اللہ نہ صرف ایک دو ولیوں کی زیارت اور طواف کو جاتا ہے بلکہ بے شمار اولیاء کی خدمت میں اس نے حاضری دی اور پھر بھی اہل فہم کے لیے لطیف جملہ ہے لیکن، دیدہ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

"اَخْبَارُالصَّالِحِیْنْ"

۴۔ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ تعالی کچھ آگے اس کتاب کے ص ۱۲/۳۴۰ میں فرماتے ہیں کہ

"وَقَدْ حَكَى جَمَاعَةٌ أَنَّ الْكَعْبَةَ رُئِيَتْ تُطَافُ بِبَعْضِ الْأَوْلِيَاءِ – هَذَا كَلَامُ الشَّيْخِ خَلِيلٍ وَنَاهِيكَ بِهِ إِمَامَةً وَجَلَالَةً."[50]

یعنی بہت بڑی جماعت سے منقول ہے کہ کعبہ شریف بعض ولیوں کے گرد طواف کرتے دیکھا گیا یہ شیخ خلیل کا کلام ہے اور ان کی امامت و بزرگی مسلم ہے۔

فوائد:

(۱) لفظ کثیر قابل غور ہے کہ اس مسئلہ کو نہ صرف دو چار فقہاء نے مانا ہے بلکہ بے شمار فقہاء کی تصریحات (واضح عبارات) امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالی کی نظروں میں ہے گو بالفظِ کثیر نے ہمیں اس مسئلہ کے متعلق کنایۃً اجتماع کا پتہ دیا۔

(۲) علامہ (سیوطی) رحمۃ اللہ علیہ کا لفظ وغیر ہم بھی بڑی تسلی بخشتا ہے کہ یہ مسئلہ نہ صرف فقہاء نے مانا ہے بلکہ فقہاء کے علاوہ مفسرین، محدثین، متکلمین، صوفیاء کرام کے علاوہ جتنا اسلامی محققین صاحبان فنون ہیں سب نے مانا ہے۔ ان کی تصریحات (واضح عبارات) اگرچہ ہم کو دیکھنا نصیب نہ ہوئیں لیکن علامہ سیوطی رحمۃ اللہ

---

49) (الحاوی للفتاوی، باب الطلاق، المنجلی فی تطور الولی، 1/ 259، دار الفکر للطباعة والنشر، بیروت-لبنان 1424ھ)

50) (الحاوی للفتاوی، باب الطلاق، المنجلی فی تطور الولی، 1/ 258، دار الفکر للطباعة والنشر، بیروت-لبنان 1424ھ)

تعالی جیسے صاحبِ تصانیفِ کثیرہ و مناقب وغیرہ کا اشارہ طالب حق کو نہ صرف تسلی بخش ہے بلکہ اسے ظُلمات (اندھیروں) کی وادیوں سے نکال کر عالمِ مشاہدات تک پہونچاتا ہے۔

(۳) حوالہ ثانیہ میں لفظ جماعت کیسا پیارا کلمہ ہے کہ کعبہ شریف نہ صرف ایک دو ولیوں زیارت کے لئے جاتا ہے بلکہ جب بھی اسے سیدنا جبریل علیہ السلام کے اعلان سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ فلاں ولی فلاں مقام پر رونق افروز ہے تو فورا بارگاہِ حق سے اجازت طلب کرتا ہے کہ اجازت مل جاتی ہے تو کامل کی زیارت بھی کرتا ہے اور طواف بھی۔ اور یہ ہر زمانہ میں رہا اور تا قیامت رہے گا لیکن کعبہ شریف کا ولی کامل کو طواف کرنے کا مشاہدہ بھی ولی کامل کرتے ہیں۔ یہ بھی منجملہ ایک کرامت کے ہے ہم تم کسی قطار میں نہیں۔

یہ علیحدہ بات ہے کہ جس کی زیارت اور طواف کے لئے کعبہ شریف آیا ہے وہ مقام ارفع رکھتا ہے اور دیکھنے والے بھی مراتب و درجات میں کم نہیں ہوتے جیسا کہ مسلم شریف میں ہے۔ اُویسی غفرلہ

(۴) جامع کرامات الاولیاء ص ۲۹ میں علامہ یوسف النبہانی الشافعی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں:

وَالْإِنْصَافُ مَا قَالَهُ النَّسَفِيُّ وَقَدْ سُئِلَ عَمَّا قِيلَ إِنَّ الْكَعْبَةَ كَانَتْ تَزُورُ أَحَدَ الْأَوْلِيَاءِ، هَلْ يَجُوزُ الْقَوْلُ بِهِ؟ فَقَالَ: نَقْضُ الْعَادَةِ عَلَى سَبِيلِ الْكَرَامَةِ لِأَهْلِ الْوِلَايَةِ جَائِزٌ عِنْدَ أَهْلِ السُّنَّةِ، مِنْ قَطْعِ الْمَسَافَةِ الْبَعِيدَةِ فِي الْمُدَّةِ الْقَلِيلَةِ مِنَ الزَّمَانِ، وَقَدْ رَتَّبَ عَلَى ذَلِكَ الْفُقَهَاءُ الْحَنَفِيَّةُ وَالشَّافِعِيَّةُ كَثِيرًا مِنَ الْمَسَائِلِ الشَّرْعِيَّةِ.[51]

ترجمہ: انصاف وہی ہے جو امام نسفی نے فرمایا، جب کہ آپ سے سوال ہوا کہ کیا کعبہ شریف کسی ولی کی زیارت کے لئے جاتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں، بطریقِ کرامت علیٰ خرقِ العادۃ (عام عادت کو توڑنے والی کرامت کے طور پر)۔ اہلِ سنت کے نزدیک جائز ہے کہ تھوڑی سی مدت میں اتنا لمبا سفر طے ہو جائے۔ اس پر تو فقہاءِ احناف و شوافع نے بے شمار شرعی مسائل مرتّب فرمائے ہیں۔۔

صوفیہ کرام کی تصریحات:

(۱) حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ "اللہ تعالی کے ایسے بندے بھی ہیں کہ اگر وہ اپنے حجرہ عبادت میں ہوں تو خانہ کعبہ کو حکم ہوتا ہے کہ وہ ان کے گرد طواف کرے۔

فوائد السالکین مرتبہ شیخ الاسلام حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ

(۲) سیدنا امام عفیف الدین ابو السعادات عبد اللہ بن اسعد الیافعی الیمنی ثم المکی المتوفی ۸۲۸ھ (رحمۃ اللہ علیہ)

اپنی مشہور اور مستند کتاب،

"نُزْهَةُ الْعُيُوْنُ النَّوَاظِرِ وَ تُحْفَةُ الْقُلُوْبِ الْخَوَاطِرِ فِي حِكَايَاتِ الصَّالِحِيْنْ وَالْاَوْلِيَاءِ وَالْاَكَابِرِ الْمَعْرُوْفْ رَوْضُ الرَّيَاحِيْنْ فِي حِكَايَاتِ الصَّالِحِيْنْ"

مطبوعہ مصر ۱۳۷۴ھ ص ۳۳ میں فرماتے ہیں:

---

51) (جامع کرامات الاولیاء، المقدمۃ، الفصل الثانی فی اثبات کرامات الاولیاء، 1/ 29، مرکز اہل سنت برکات رضا، گجرات، ہند)

رُوِيَ أَنَّ رَجُلًا أَرَى غَيْرَهُ الْكَعْبَةَ مِنْ بِلَادٍ بَعِيدَةٍ، وَآخَرَ أَرَى بَعْضَ الْمُنْكِرِينَ الْكَعْبَةَ يَطُوفُ بِهَا، وَقَدْ سَمِعْنَا سَمَاعًا مُحَقَّقًا أَنَّ جَمَاعَةً مِنْهُمْ شُوهِدَتِ الْكَعْبَةُ تَطُوفُ بِهِمْ طَوَافًا مُحَقَّقًا، وَرَأَيْتُ بَعْضًا مِمَّنْ شَاهَدَ ذَلِكَ مِنَ الثِّقَاتِ الْأَوْلِيَاءِ بَلْ مِنَ السَّادَاتِ الْعُلَمَاءِ وَغَيْرَ ذَلِكَ مِمَّا يَطُولُ ذِكْرُهُ.[52]

ترجمہ: ایک بزرگ نے کسی کو کعبہ کی زیارت کرائی دوسرے بزرگ نے منکر ولایت کو اپنے گرد کعبہ کا طواف کرتے دکھایا اور ہم نے پوری تحقیق سے سنا ہے کہ بہت بڑی جماعت اولیاء کے گرد کعبہ شریف کو طواف کرتے دیکھا گیا اور طواف بھی حقیقی نہ یہ کہ صرف خیالی یا تصوری خود میں نے بھی بہت سے بزرگوں سے سنا ہے جنہوں نے اولیاء کے گرد کعبہ کو گھومتے ہوئے دیکھا اور وہ بزرگ بڑے معتبر اور ولی کامل اور متقی پرہیزگار تھے بلکہ بڑے اکابر علماء سے میں نے سنا ہے اگر بات طول نہ ہوتی جاتی تو میں سب بیان و تحریر کرتا۔

فائدہ: امام موصوف کے زمانے میں بھی کعبہ کے گرد طواف کے منکر تھے سب سے بڑے مزے کی بات یہ ہے کہ صرف ایک دو ولیوں کا قصہ نہیں۔

"اِنَّ جَمَاعَتَهُ مِنْهُمْ" (یعنی اولیاء کی بڑی جماعت ہے۔)

یعنی اولیاء کی بڑی جماعت کا قصہ ہے کہ ان کی زیارت اور ان کے طواف کو کعبہ معظمہ تشریف لے گیا۔

مشائخ اولیاء علماء کی تصریحات (واضح عبارات) کے مطابق جب کعبہ اولیاء امت محمدی کا طواف کرتا اور ان سے برکات حاصل کرتا ہے تو پھر ایسے اولیاء کرام کعبہ کے کعبہ ہوئے یا نہیں، اور جب غلامانِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی یہ شان ہے تو پھر ان غلاموں کے آقا کے کعبے کے کعبہ ہونے میں کیا شک ہے؟

یہ حال ہے خدمت گاروں کا سردار کا عالم کیا ہوگا؟

فقیر نے اس موضوع پر رسالہ لکھا ہے جو کئی بار شائع ہوا بنام "اَلْقَوْلُ الْجَلِيْ فِي اَنَّ الْكَعْبَةَ تَذْهَبُ اِلَى زِيَارَةِ الْوَلِيْ" موضوع کی مناسبت سے مختصر دلائل ملاحظہ ہوں۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے طُفیل: یہ مسلم (تسلیم شدہ) ہے کہ ہر شے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ہے آپ نہ ہوتے تو کچھ نہ ہوتا۔ اس معنی پر کعبہ نہ ہوتا اور نہ ہی قبلہ بنتا یہ بہار ساری صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ہے امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا:

ہوتے کہاں خلیل و بنا کعبہ و منیٰ　　لولاک والے صاحبی ترے گھر کی ہے

کعبہ کو قبلہ بنایا کس نے: وہ کعبہ عرصہ سے بُت پرستی کا مرکز تھا مشرکین کی بُت پرستی کے علاوہ قبائح (گناہ) کے ارتکاب سے کعبہ معظمہ کی کسر شان (شان کو گھٹانے) میں کوئی کسر چھوڑ رکھی تھی حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے کعبہ کو عزت ملی جس کے شکرانے میں آپ کی ولادت کے وقت کعبہ سجدہ شکر میں جھک گیا جس کی تفصیل ابتداء میں گزری۔

بیت المقدس سے کعبہ کی طرف: کعبہ قبلہ نہ بنتا اگر نگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو نہ نوازا (عزت و شرف عطا کیا) ہوتا، جیسا کہ اہلِ علم کو معلوم ہے کہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لاتے ہی بیت المقدس کی طرف نماز پڑھنے لگے تاکہ اہلِ کتاب مانوس (آشنا، قریب) ہوں۔ لیکن

---

52) (روض الرياحين فى حكايات الصالحين، المطلب الاول فى اثبات كرامات الاولياء، مسئلة في ان هل الولي يعرف كونه وليا، 1/ 33 مكتبه زهران مصر)

وہ تو بجائے مانوس ہونے کے طعن (عیب جُوئی، ملامت) دینے لگے کہ: "ہم غلط ہوتے تو ہمارے قبلہ کو کیوں قبلہ بنایا گیا؟ بلکہ کہتے کہ ہمارا احسان ہے کہ مسلمانوں کو نماز، طریقہ وسلیقہ (ترتیب اور حسنِ ادا) نصیب ہے، اور نہ وہ ہمارے قبلہ کی جانب نماز کیوں پڑھتے ہیں؟ انہیں تو قبلہ کا بھی علم نہیں۔ ہم ہیں تو انہیں نماز نصیب ہوتی ہے، وغیرہ وغیرہ۔"

حضور نبیِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادۂ مبارک تو پہلے ہی سے یہ تھا کہ قبلہ کعبہ ہو۔ اسی بنا پر آپ نے جبرائیل علیہ السلام کو تبدیلیِ قبلہ کا فرمایا، تو انہوں نے عرض کی: آپ حبیبِ خدا ہیں، خود ہی دعا فرمائیں تو کام بن جائے گا۔"

یہ کہہ کر حضرت جبرائیل علیہ السلام آسمان کی طرف چلے، تو آپ آسمان کی طرف دیکھنے لگے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آیت: فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا (پ2، البقرۃ:144) [**ترجمہ:** تو ضرور ہم پھیر دیں گے اس قبلہ کی طرف جس میں تمہاری خوشی ہے۔] کی نوید سُنائی۔

فائدہ: اس مضمون سے فائدہ اہلِ فہم (سمجھدار لوگوں) پر روشن ہو گیا کہ حضور نبیِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی کعبہ کو قبلہ بنایا، ورنہ جو نبی، حضور علیہ السلام، بیتُ المقدس کی طرف منہ کر کے نمازیں پڑھ رہے تھے، اسی طرح سلسلہ جاری رکھتے تو قبلہ کعبہ نہ ہوتا، بلکہ قبلہ بیتُ المقدس ہوتا۔ حضورِ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہِ کرم (عنایت وتوجہ) ہوئی تو کعبہ کو قبلہ بنایا گیا۔

آیتِ قرآنی سے اِستدلال عجیب: یہ ایک حقیقت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہی حق تعالیٰ کی مَطْمَعِ نظر (مرکزِ توجہ، مراد) ہے۔ یہاں تو کعبہ کو قبلہ بنا کر سمجھایا گیا کہ قبلہ نہ بیتُ المقدس ہے نہ کعبہ مُعظمہ، بلکہ رِضائے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم (حضور ﷺ کی رضا) ہی قبلہ ہے، جس سے وہ چاہیں۔

اس دلیل کو دوسری طرح یوں سمجھیے کہ کعبہ میں لاکھ نیکی کا ثواب عطا ہوتا ہے، اسی طرح یہاں ایک نماز پڑھنے سے لاکھ نماز کا ثواب ملے گا۔ لیکن موسمِ حج میں پانچ نمازیں مِنیٰ میں پڑھنے کا ثواب کعبہ میں نماز پڑھنے سے بڑھ کر ہے، اگرچہ یہاں (منیٰ میں) تنہا بھی پڑھے اور کعبہ میں باجماعت جا کر پڑھے تب بھی حاجی کو جو ثواب منیٰ میں ملے گا، وہ کعبہ میں نہیں۔

اس سے واضح ہوا کہ کعبہ مطلوب نہیں، بلکہ کعبہ کے کعبہ (یعنی کعبہ کا بھی مرکزِ توجہ) کی ادا مطلوب ہے۔

یونہی نویں ذُوالحج کا دن گزار کر مغرب وعشاء کو اکٹھا مزدلفہ میں جا کر ادا کرنے کو سمجھیے، کہ یہاں مغرب کی نماز چھوڑ دینا غرض (مقصود) ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز مطلوب نہیں بلکہ ادائے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم (یعنی محبوب ﷺ کے طریقے کے مطابق ادا کرنا) مطلوب ہے۔

نکتہ: وہ آیت جو تبدیلی قبلہ پر نازل ہوئی اس میں تبدیلی قبلہ کی علت غائیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی اور رضا کو بتایا گیا ہے چنانچہ آیت کا مضمون ملاحظہ ہو: "قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ" **ترجمہ:** اے حبیب آسمان کی طرف تمہارے بار بار منہ اٹھانے کو ہم نے دیکھ لیا۔

فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا پ۲ رکوع نمبر ۲ **ترجمہ:** ہم عنقریب (کعبہ ابراہیمی) کو قبلہ بنا دیں گے تاکہ تم راضی ہو جاؤ۔

فائدہ: قِبْلَةً موصوف تَرْضٰىهَا صفت ہے حکم جب صفت کے ساتھ مذکور ہو تو وہ اسی صفت سے مقید ہوتا ہے۔ (نورالانوار وغیرہ)

مزید برآں یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بار بار دیکھنے پر تبدیلی قبلہ کا وعدہ مستقبل میں تھا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمنا تھی کہ تبدیلی جلد تر ہو اسی لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے فوراً حکم دیا کہ، فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (پ2، ع2، البقرۃ:150)

اگر جلدی ہے تو ابھی اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف کر لیجئے۔

فائدہ: قرآن پاک اس میں صراحتاً فرمارہا ہے کہ قبلہ کی تبدیلی سے صرف اور صرف رضائے محبوب مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم مطلوب ہے اور بس انہوں نے چاہا تو ہم نے فوراً تبدیلی کا حکم دیا انہوں نے چاہا کہ دیر نہ ہو، میں نے فرمایا بس ہو گیا۔

مسئلہ: محبوب مصطفی نے کعبہ کو قبلہ بنایا تو اللہ تعالیٰ نے دنیا بھر کے مسلمانوں کے لئے ابدی طور یہ فرض کر دیا کہ جب تک کعبہ ابراہیمی کی طرف سجدہ نہ ہو کسی کا سجدہ قبول نہ ہو گا۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ کعبہ کو جو یہ شرف حاصل ہوا کہ ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ کرم کا صدقہ ہے ورنہ یہ کعبہ تو ہوتا لیکن ہمارا قبلہ نہ ہوتا۔

استدلالِ نبوی عَلَی صَاحِبِہِ السّلَام: ایک دفعہ حضرت سعید ان المعلی رضی اللہ عنہ نماز پڑھ رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آواز دی وہ نماز پوری کر کے حاضر دربار ہوئے فرمایا۔ اتنی دیر؟ عرض کی سرکار! میں نماز میں مشغول تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم نے یہ آیت نہیں سنی اللہ تبارک وتعالی فرماتا ہے: اَسْتَجِیبُوا لله وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ (بخاری)[53]

ترجمہ: اللہ اور اس کا رسول جب تمہیں بلائے فوراً جواب دو۔

فائدہ: علماء فرماتے ہیں اس آیت سے ثابت ہوا کہ اگر نمازی نماز پڑھ رہا ہو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کو آواز مبارک دیں تو اس پر فرض ہے کہ وہ نماز کو چھوڑ کر حاضرِ دربار ہو۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے کعبہ ہیں۔

نماز کو چھوڑ کر حاضر دربار ہونے اور آپ سے گفتگو کرنے اور آپ ﷺ کی طرف چلنے سے نماز میں کوئی نقص نہ آئے گا۔ کیونکہ نمازی اپنے چہرہ کو کعبہ سے پھیر کر کعبہ کے کعبہ کی طرف متوجہ ہو رہا ہے۔

نماز میں خَلَلْ بھی نہ آیا بلکہ اضافہ ہوا: جسے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلائیں وہ نماز میں ہو اسے نماز چھوڑ کر جانا فرض ہے۔ اندریں دوران نماز کے ارکان ٹوٹ گئے کہ رخِ قبلہ نہ رہا۔ قراۃ چھوٹ گئی بلکہ فسادِ نماز لازم آیا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو ہوئی۔ باوجود ایں ہمہ (ان سب کے باوجود) وہ شخص نماز وہاں سے آکر شروع کرے جہاں چھوڑ کر گیا اور یہ درمیان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم کلامی کا ثواب۔ سو یہ قاعدہ بتاتا ہے کہ آپ کعبہ کے بھی کعبہ ہیں۔

مسئلہ تشہد سے استدلال: تشہد ہو یا قیام قرأت نماز کے کسی حصے میں یا ویسے بھی دینوی کلام یا سی کو سلام کہنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ لیکن تشہد میں جب تک السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ. نہ پڑھا جائے گا نماز نہ ہو گی۔ اس سے یہی سمجھایا گیا کہ تمہاری نماز کا قبلہ کعبہ ہے لیکن تمہاری روح وایمان کا قبلہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

عین نماز میں تعظیم صلی اللہ علیہ وسلم:

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَهَبَ إِلَى بَنِي عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ لِيُصْلِحَ بَيْنَهُمْ، فَحَانَتْ أَصَلَاةُ، فَجَاءَ الْمُؤَذِّنُ إِلَى أَبِي بَكْرٍ فَقَالَ: أَتُصَلِّي لِلنَّاسِ فَأُقِيمُ؟ قَالَ: نَعَمْ. فَصَلَّى أَبُو بَكْرٍ، فَجَاءَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ فِي الصَّلَاةِ، فَتَخَلَّصَ حَتَّى وَقَفَ فِي الصَّفِّ، فَصَفَّقَ النَّاسُ. وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ لَا يَلْتَفِتُ فِي صَلَاتِهِ، فَلَمَّا أَكْثَرَ النَّاسُ

53) (صحیح البخاری ،کتاب تفسیر القرآن،باب ما جاء فی فاتحۃ الکتاب ،6/ 17،الحدیث:4474،دار طوق النجاۃ،طبع اولیٰ 1422ھ)

التَّصْفِيقَ الْتَفَتَ فَرَأَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَشَارَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ: امْكُثْ مَكَانَكَ. فَرَفَعَ أَبُو بَكْرٍ يَدَيْهِ فَحَمِدَ اللهَ عَلَى مَا أَمَرَهُ بِهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ: يَا أَبَا بَكْرٍ، مَا مَنَعَكَ أَنْ تَثْبُتَ إِذْ أَمَرْتُكَ؟ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: مَا كَانَ لِابْنِ أَبِي قُحَافَةَ أَنْ يُصَلِّيَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ... إِلَخْ. (بخاری شریف)[54]

یعنی حضرت سہل ابن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ بنی عمر بن عوف میں صلح کرانے کے لئے تشریف لے گئے جب نماز کا وقت ہوا تو مؤذن نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے پوچھ کر اقامت کی اور انہوں نے امامت کی۔ اس اثناء میں آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے اور صف میں قیام فرمایا جب نمازیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو تالی لگانے لگے (تاکہ حضرت ابو بکر صدیق متنبہ ہو جائیں) اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نماز میں کسی بھی طرف دیکھتے نہ تھے۔ جب تالی کی آواز سنی اور گوشہ چشم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو پیچھے ہٹنے کا قصد کیا۔ حضرت نے اشارہ فرمایا کہ اپنی جگہ پر ٹھرے رہو، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور اللہ کا شکر ادا کیا اس وقت کہ حضرت نے ان کو جائے امامت پر کھڑا رہنے کا حکم دیا جب نماز سے فارغ ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا کہ تم کو اپنی جگہ کھڑے رہنے سے کونسی چیز مانع (روکنے والی) ہوئی تو انہوں نے عرض کیا! یارسول اللہ ابو قحافہ کے بیٹے کی کیا مجال کہ آپکے آگے نماز پڑھائے۔ (بطورِ ادب)

لطیفہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بالخصوص صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا تو یہ حال ہے کہ عین نماز میں آپکی تعظیم و تکریم فرض کی طرح سمجھ رہے ہیں ادھر اسماعیل دہلوی کا یہ حال ہے کہ صراط مستقیم میں لکھتا ہے کہ۔ (معاذاللہ)

"مخالفین کا اپنا حال"

بھوپالی: غیر مقلدین کے نامور محدث و مفسر وحید الزماں اہلحدیث (وہابی) نے لکھا ہے کہ سید (صدیق حسن) نے اپنی بعض تالیف (کتابوں) میں بدیں الفاظ ندا کی ہے۔

قبلہ دین مددے کعبہ ایماں مددے قاضی شوکاں مدے۔[55] (ہدیۃ المہدی ص ۲۳)

وہابیو! اگر تمہارے مولوی قبلہ و کعبہ ہو سکتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبے کا کعبہ ہونے میں نجدی توحید کیوں لرزہ براندام (کپکپا رہا) ہے۔

لطیفہ: فرقہ دیوبندیہ کے اکابر، مولوی اسمٰعیل دہلوی اور مولوی رشید احمد گنگوہی نے بندگانِ خدا پر قبلہ کا اطلاق حرام لکھا پھر ان کے حواریوں (ساتھیوں) نے انہیں نہ صرف قبلہ و کعبہ بلکہ کچھ آگے لکھ دیا۔

مولوی محمود الحسن دیوبندی نے مولوی رشید احمد گنگوہی کے مرنے کے بعد۔

اگرچہ مولوی رشید احمد گنگوہی نے مرثیہ کو بھی حرام لکھا۔ (فتاوی رشیدیہ)

گنگوہی کے لئے مرثیہ لکھا چند اشعار ملاحظہ ہوں: بھرے تھے کعبہ میں پوچھتے تھے گنگوہ کا راستہ[56]

---

54) (صحیح البخاری ،کتاب الاذان،باب من دخل لیوم الناس، 1/ 137،الحدیث:684،دار طوق النجاۃ،طبع اولیٰ 1422ھ)

55) (ھدیۃالمہدی مترجم،دعاکاشرعی معنیٰ،1:/50،مطبعہ چشتی کتب خانہ فیصل آباد)

"یہی دین کا قبلہ ہے،یہی ایمان کا کعبہ ہے،یہی قیام وبقاء کا سہارا ہے،اور یہی عشاق (محبت کرنے والوں) کا قاضی (فیصلہ کرنے والا) ہے۔" (س رضا)

56) (مرثیہ گنگوہی محمود الحسن،10/1،کتب خانہ رحیمیہ دیوبند)

سوالات: جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے بھی کعبہ ہیں تو پھر تم نے اعلیٰ کو چھوڑ کر ادنیٰ کا دامن کیوں تھاما۔ سجد و طواف وغیرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کو ہونا چاہیے؟

جواب: یہی سوال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کیا تھا لیکن انہوں نے عشق کے پیش نظر اور دور حاضرہ کا معترض محض یہ بر بنائے انکار جب انہوں نے جانوروں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کرتے دیکھا۔ تو عرض کی کہ ہمیں بھی اجازت ہو آپ ﷺ نے فرمایا سجدہ صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور تعظیم کا سجدہ بھی کسی کو روا (جائز) نہیں اگر روا (جائز) ہوتا تو عورت کو حکم ہوتا کہ وہ شوہر کو سجدہ کرے [57]۔ اسی لئے ہمارے نزدیک سجدہ تعظیم حرام ہے، پیر ہو یا استاد۔

تحقیق و تفصیل امام احمد رضا رضی اللہ عنہ کی کتاب "الزبدۃ الزکیۃ" میں ہے ہاں دل کا سجدہ جتنا ہو کم ہے وہ قلب میں تعظیم و تکریم اور عشق اور محبت کیا خوب فرمایا امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے،

اے شوق دل یہ سجدہ گران کو روا نہیں — اچھا وہ سجدہ کیجئے کہ سر کو خبر نہ ہو

اور حضرت مولانا مفتی احمد یار خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: سر سوئے کعبہ جھکا اور دل سوئے ﷺ — دل کا خدا ابھلا کرے یہ نہیں اختیار میں

امام احمد رضا خاں بریلوی رضی اللہ عنہ نے ایک اور مقام پر فرمایا:

سر سوئے روضہ جھکا کر پھر تجھ کو کیا دل تھا ساجد نجدیا پھر تجھ کو کیا — بیخودی میں سجدہ دریافت طواف جو کیا اچھا کیا پھر تجھ کو کیا

طواف: مکلّف و غیر مکلّف (شرعی احکام کے پابند اور غیر پابند) کے احکام جدا جدا ہیں۔ جانوروں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کیا۔ حجَر و شَجَر (پتھر اور درخت) وغیرہ کا سلام و سجدہ ہمارے لئے درسِ عبرت (سبق) ہوتا ہے کہ وہ غیر مکلف اور بے شعور ہو کر غُلامِ بے دام (ایسا خادم جسے کوئی قیمت نہ دی گئی ہو) ہیں، تو تم باشعور اور اُمتی ہو کر ان کی نیاز مندی (عقیدت مندی) سے محروم ہو؟ یہی حالت طواف کی ہے کہ ہمیں طواف سے روکا گیا، امامِ اَجل (بزرگ امام) ابن المبارک و ابنِ ابی الدنیا تا قیامت طواف کر رہے ہیں۔

چنانچہ ابو الشیخ اور ابن النجار کتاب الدار الثمینہ فی تاریخ المدینہ میں کعب احبار سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سامنے بیان کیا اور کتاب التذکرہ میں امام ابو عبد اللہ محمد قرطبیؒ کے لفظ یہ ہیں کہ،

رَوَى ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ: ذَكَرُوا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَعْبُ الْأَخْبَارِ حَاضِرٌ، فَقَالَ كَعْبُ الْأَخْبَارِ [58]

ترجمہ: یعنی امام ابن المبارک نے ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر پاک تھا اور اس وقت کعب احبار حاضر تھے تو کعب نے کہا ہر صبح ستر ہزار فرشتے اتر کر مزار اقدس حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا طواف کرتے اور اس کے گرد حاضر رہ کر صلوۃ و سلام عرض کرتے رہتے ہیں۔ یونہی ستر ہزار رات میں حاضر رہتے ہیں اور ستر ہزار دن ہیں۔

---

57) (سنن الدارمی، المقدمة، باب ما اكرم الله به نبيه، 1/ 167، الحديث: 17، دار المغني للنشر والتوزيع، المملكة العربية السعودية، طبع اولیٰ: 1412ھ)

58) (المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، المقصد العاشر، الفصل الثالث، 3/ 631، المكتبة التوفيقية، القاهرة- مصر)

حَتَّى إِذَا انْشَقَّتْ عَنْهُ الْأَرْضُ خَرَجَ فِي سَبْعِينَ أَلْفًا مِنَ الْمَلَائِكَةِ يُوَقِّرُونَهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.[59]

ترجمہ: جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مزار مبارک سے روز قیامت اٹھیں گے ستر ہزار ملائکہ کے ساتھ باہر تشریف لائیں گے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہ عزت میں یوں لے چلیں گے جیسے نئی دلہن کمال اعزاز وفَرْحَتْ وسرور وراحت وآرام وتزک واحتشام کے ساتھ دولہا کی طرف لے جاتے ہیں مجمع بحار الانوار میں بعلامت علامہ طیبی شارح مشکوۃ ہے: وَمِنْهُ فِي الْوَجْهَيْنِ فِي سَبْعِينَ أَلْفًا مِنَ الْمَلَائِكَةِ يَزُفُّونَهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ[60]

شیخ محقق محدث دہلوی قدس سرہ مدارج میں اسی حدیث کے ترجمہ میں فرماتے ہیں:

چون مبعوث میگردد ازقبرشریف بیرون می آید میان این فرشتگان زفاف می کنند اوراوقاف دراصل بمعنی برون عروس خانه زوج ومراد اینجا لازم معنی است که بردن محبوب ست پیش محبت یعنی بردن آنحضرت صلی الله علیه وسلم بدرگاه عزت۔[61]

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب مبعوث ہوں گے مزار پاک سے باہر تشریف لائیں گے تو ان ستر ہزار ملائکہ کے ساتھ خوشی سے چلیں گے زُفْ دراصل دلہن کو دولہا کے گھر پہنچانے کو کہتے ہیں لیکن یہاں لازمی معنی (معنی التزامی) ہے کہ یعنی محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو بارگاہ حق تعالی میں پہنچایا۔

سوال: کعبہ کا جھکنا یا کہیں جانا عقل کے خلاف ہے ؟

جواب: ہاں، عقل کے خلاف ہوگا، عشق کے عین مطابق ہے۔اور عقل مُعْتَزِلَہ[62] کا ہے، جو اشیاء کے شعور کے خلاف تھے۔اَہلِ سُنّت کا مذہب ہے کہ تمام اشیاء میں، ان کے لائق، شُعُور (ادراک، فہم) بھی، حَیات (زندگی) و موت (مرنے) بھی مؤثر (اثرڈالنے والی)۔دلائل ملاحظہ ہوں۔

قرآن شریف میں ہے کہ، وَإِنْ مِّنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ (بني إسرائيل: 44)

(ترجمہ: اور کوئی بھی شے ایسی نہیں جو اس کی حمد بیان کرنے کے ساتھ اس کی پاکی بیان نہ کرتی ہو لیکن تم لوگ ان چیزوں کی تسبیح کو سمجھتے نہیں۔)

عالم اسلام کی عبقری شخصیت حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قادری (۶۳۸ھ) فرماتے ہیں کہ علماء نظر کے زعم کے مطابق اگر اس سے تسبیح حال مراد ہو تو ارشاد الٰہی۔ وَ لٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

فَلَوْ كَانَ تَسْبِيحُ حَالٍ كَمَا يَزْعُمُ بَعْضُ عُلَمَاءِ ٱلنَّظَرِ، لَمْ تَكُنْ فَائِدَةٌ فِي قَوْلِهِ: "وَلَـٰكِن لَّا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ[63]

فتوحات مکیہ اسی آیت کریمہ کے تحت فرماتے ہیں کہ تسبیح صرف زندہ ہی کرتا ہے۔

"وَلَا يُسَبِّحُ اِلَّا حَيٌّ[64]" ایضا باب (ج۱، ذکر بعض مراتب الحروف) یعنی خدا کی پاکی وہی بیان کرتا ہے جو زندہ،

---

59) (المواهب اللدنية بالمنح المحمدية،المقصد العاشر،الفصل الثالث،3/ 631،،المكتبة التوفيقية، القاهرة- مصر)

60) (مجمع بحار الانوار،حرف الزاء،زفف،2/ 427،مطبعة مجلس دائرة المعارف العثمانية،الطبعة الثالث 1387ھ)

(61) (مدارج النبوت،فضائل آن حضرت ، 1/ 171 ، نول كشور، ،الطبعة- 2007)

(62) (وہ فرقہ جو عقل کو وحی پر ترجیح دیتا ہے)"۔(س رضا)

63) (پس اگر تسبیح (اللہ کی پاکی بیان کرنا) صرف حال (یعنی خاموش کیفیت یا حالتِ وجودی) کی ہو، جیسا کہ بعض علمائے نظر (فلسفی اور عقلی علما) گمان کرتے ہیں، تو اللہ تعالی کے اس فرمان 'لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے' میں کوئی فائدہ نہ ہوتا)"۔(س رضا)

(الفتوحات المكية،الباب الثانی فی معرفة مراتب الحروف،وصل فی الكلام----،1/ 59 الشاملة الذهبية)

64) (الفتوحات المكية،الباب التاسع فی معرفة وجود الارواح،تشكل العالم الروحانی،1/ 133،الشاملة الذهبية)

وَلَا يُسَبِّحُ إِلَّا حَيٌّ عَاقِلٌ عَارِفٌ بِمُسَبِّحِهِ.[65] یعنی عاقل اور اپنے معبود و مسیح کو جانتا ہے۔

فَاعْلَمْ أَنَّ فِي الْخُبْزِ وَالْمَاءِ وَجَمِيعِ الْمَطَاعِمِ وَالْمَشَارِبِ وَالْمَلَابِسِ وَالْمَجَالِسِ أَرْوَاحًا لَطِيفَةً غَرِيبَةً، هِيَ سِرُّ حَيَاتِهِ وَعِلْمِهِ وَتَسْبِيحِ رَبِّهِ، (بَلْ سِرُّ الْحَيَاةِ فِي جَمِيعِ الْعَوَالِمِ)[66]

یعنی یہ جان لو کہ روٹی، پانی، تمام مطاعم (کھانے کی جگہیں) یا غذا (، مشارب، پینے کی اشیاء یا پینے کی جگہیں)، اور تمام مَلَابِس (کپڑے) و مجالِس (بیٹھکیں یا محافل) میں لطیف (باریک یا نظر نہ آنے والی) اور غریب ارواح (عجیب و نادر، غیر معمولی روحیں) موجود ہیں، جو ان کی حیات (زندگی)، علم (ادراک یا شعور)، اور تسبیحِ رب (اللہ کی پاکی بیان کرنا) کا راز ہیں۔ بلکہ تمام عالم میں سرِّ حیات (زندگی کا راز) ہے۔

الْمُسَمَّى بِالْجَمَادِ وَالنَّبَاتِ عِنْدَنَا لَهُمْ أَرْوَاحٌ بَطَنَتْ عَنْ إِدْرَاكِ غَيْرِ أَهْلِ الْكَشْفِ[67]

یعنی جن کو جمادات و نباتات کہا جاتا ہے ہم اہل توحید کے نزدیک ان میں ارواح ہیں جو غیر اہل کشف سے مخفی ہیں۔

فَالْأَكْلُ عِنْدَ أَهْلِ الْكَشْفِ حَيَوَانٌ نَاطِقٌ بَلْ حَيٌّ نَاطِقٌ.[68]

یعنی ارباب کشف کے نزدیک سب کچھ حیوان ناطق بلکہ حَیٌّ ناطق (زندہ اور بولنے والے) ہیں۔

الْمُسَمَّى جَمَادًا وَنَبَاتًا أَخَذَ اللهُ بِأَبْصَارِنَا وَأَسْمَاعِنَا عَمَّا هُمْ عَلَيْهِ مِنَ النُّطْقِ.[69]

یعنی اللہ تعالی نے جمادات و نبادات کی گویائی کو ہماری آنکھوں اور کانوں سے اخذ کر لیا ہے۔

فَكَانَ لَهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكَشْفُ الْأَتَمُّ خَيْرِيٌّ مَا لَا نَرَى.[70]

یعنی رسولِ مکرم (عزت والے رسول)، سیدِ عرب و عجم دانائے از لوح و قلم (لوحِ محفوظ اور قلمِ ازل کے علم کے جاننے والے) صلی اللہ علیہ وسلم کو کشفِ اتم (کامل ترین باطنی بصیرت) اور مشاہدۂ اکمل (سب سے بلند درجے کی روحانی رؤیت) حاصل تھا، اس لئے آپ وہ سب کچھ دیکھتے تھے جو دوسرے نہیں دیکھ پاتے۔

بہر حال یہ سوال معتزلہ کو سجتا ہے اگر کوئی اس قسم کا خیال رکھتا ہے تو وہ معتزلی ہے اور معتزلہ و خوارج کِلَابُ النَّارُ (جہنمی کتے) ہیں اگر کسی کو جہنم کا کتا بننے کا شوق ہے تو بڑے شوق سے پورا کرے ہم ایسے شوقین لوگوں کو کیا کہہ سکتے ہیں۔

سوال: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کی طرف سجدے کئے اور اس کے طواف کئے اور تم اس کے برعکس کہتے ہو۔

جواب: تحقیقی جوابات گزر چکے ہیں اہم بات یہ ہے کہ اعلیٰ ادنی کی تعظیم و تکریم کرے تو وہ اس کے پیار کی دلیل ہے۔ نہ کہ فضیلت کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا کے لئے قیام فرماتے ان کے ہاتھ چومتے۔[71]

---

65) (الفتوحات المكية،الباب الثالث فى معرفة حملة العرش،العالم كله حي عالم ناطق ،1/ 147،الشاملة الذهبية)

66) (الفتوحات المكيةُ،الباب الثانى فى معرفة مراتب الحروف،وصل تتمة الكلام،1/ 79،الشاملة الذهبية)

67) (الفتوحات المكيةُ،الباب الثالث فى معرفة حملة العرش، ،1/ 147،الشاملة الذهبية)

68) (الفتوحات المكيةُ،الباب الثالث فى معرفة حملة العرش، ،1/ 147،الشاملة الذهبية)

69) (الفتوحات المكيةُ،الباب الثالث فى معرفة حملة العرش،العالم كله حي عالم ناطق ،1/ 147،الشاملة الذهبية)

70) (الفتوحات المكيةُ،الباب الثالث فى معرفة حملة العرش،العالم كله حي عالم ناطق ،1/ 147،الشاملة الذهبية)

71) (سنن ابى داود،،ابواب النوم ،باب ما جاء فى القيام،4/ 355،الحديث:5217،المكتبة العصرية، صيدا – بيروت)

اس سے کیا سمجھا جائے گا سیدنا عمر و سیدنا علی رضی اللہ عنھما نے سیدنا اویس قرنی کی ملاقات کے لئے حرمین سے قَرن کا سفر کیا اس سے ایک تابعی بزرگ کی خلفاء راشدین پر فضیلت ثابت ہو گیا وغیرہ؟

سوال: حضور علیہ الصلوۃ اور دیگر انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے کعبہ کا طواف واستقبال ثابت نہیں تم نے اولیاء کرام کے لئے کیسے مان لیا ؟

جواب: یہ قاعدہ ہی غلط ہے کہ جو اعلی کے لئے ثابت نہ ہو وہ اولی کو بھی حاصل نہیں ہو سکتی بلکہ قاعدہ یہ ہے کہ جو شے ادنی کے لئے ثابت ہو گی وہ اعلی کیلئے بطریق اولی ہو گی۔

مثلاً: شہداء کی حیات قرآن مجید میں منصوص ہے لیکن انبیاء علیہم السلام کے لئے صریح (واضح) نہیں تو کہا جائے گا کہ شہداء ادنی ہیں ان کے لئے شہادت ثابت ہے تو انبیاء علیہم السلام اعلی ہیں ان کے لئے بطریقِ اولی ثابت ہے اور حضرت سلیمان بلقیس کا تخت خود نہ لائے بلکہ آصف بن برخیار ضی اللہ عنہ نے لا کر سامنے رکھ دیا تو اس کا کیا معنی ہے کہ وہ طاقت حضرت سلیمان علیہ السلام کو حاصل نہ تھی۔ حاصل تھی اور ضرور حاصل تھی لیکن نبی کو سمجھانا مطلوب تھا۔

؎ یہ حال ہے خدمتگاروں کا سردار کا عالم کیا ہو گا

هٰذَا آخِرُنَا رَقَمَ قَلَمُ

الفقیر القادری ابی الصالح محمد فیض احمد اویس رضوی غفرلہ

۱۴۱۲ھ ۷ دسمبر ۱۹۹۱ء

بھاولپور پاکستان